ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

دسمبر 2017ء - ربیع الاول 1439ھ (جلد 15 شمارہ 3)

جلد 15 شمارہ 3

دسمبر 2017ء - ربیع الاول 1439ھ

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

دسمبر 2017ء - ربیع الاول 1439ھ (جلد 15 شمارہ 3)

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد امجد
غفار الحق

فی شمارہ .... 25 روپے

سالانہ .... 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

چوہدری طارق محمود بابر

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ..............کائنات کی وسعت اور موجودہ سائنس...........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط158)....قصہ بنی اسرائیل کے ایک نبی اور حضرت طالوت کا...// // 6

درسِ حدیث ...چالیس سال سے زیادہ عمر کی فضیلت سے متعلق احادیث ..// // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

شاہ ولی اللہ صاحب کا فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال (قسط5)..............مفتی محمد رضوان 22

علماء وطلبہ کو علم میں تفقہ وتعمق اور اعتدال کی ضرورت ....// // 25

مباحث روح وبدن (آخری حصہ دہم)...................................مفتی محمد امجد حسین 37

ماہِ ذیقعدہ: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود 44

علم کے مینار:..امام ابوحنیفہ کے جانشین اور وارثین (حصہ دوم).....مفتی غلام بلال 46

تذکرۂ اولیاء:.........حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشادات...........مفتی محمد ناصر 51

پیارے بچو!.........محنت سونے (Gold) سے بہتر ہے.........مولانا محمد ریحان 57

بزمِ خواتین .....عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب (قسط5)........مفتی طلحہ مدثر 60

آپ کے دینی مسائل کا حل.......... کھانے کی ابتداء وانتہاء نمک پر کرنے کی تحقیق (قسط2)..................................ادارہ 67

کیا آپ جانتے ہیں؟.... کھانے کے آداب (قسط4)...........مفتی محمد رضوان 73

عبرت کدہ . حضرت موسیٰ کا نبوت کے لیے انتخاب (آخری حصہ سوم)...مولانا طارق محمود 77

طب وصحت..............سنا (Senna) (قسط2)..............مفتی محمد رضوان 82

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز................مفتی محمد امجد حسین 88

اخبارِ عالم ......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 90

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

کائنات کی وسعت اور موجودہ سائنس

بیسویں صدی سے پہلے غیر اسلامی سائنسی دنیا میں یہ نظریہ عام تھا کہ کائنات بالکل غیر متغیر اور مستقل نوعیت رکھتی ہے، اور لا متناہی عرصہ سے ایک ہی حالت پر چلتی آ رہی ہے۔

سائنس کا یہ نظریہ چونکہ اسلام کی بنیادی فکر سے متصادم تھا، جس کی رُو سے اس زمین وآسمان اور کائنات کو اللہ نے ایک وقت میں پیدا کیا تھا، اور قیامت قائم ہونے پر اس کو نیست ونابود کردیا جائے گا، پھر دوبارہ ایک نئے سلسلہ یعنی آخرت کا آغاز ہوگا۔

اس لیے اُس وقت اسلامی اعتبار سے اس قدیم سائنسی نظریہ کو دلائل کے ساتھ رَد کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی، اور اسی لیے اس زمانہ کے اسلامی فلسفہ میں یہ قاعدہ مشہور تھا، جو کہ آج تک دینی مدارس کی بعض کتابوں میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے کہ:

"العالم متغير و كل متغير حادث، فالعالم حادث"

مطلب یہ ہے کہ عالَم اور کائنات تغیر پذیر ہے، اور ہر تغیر پذیر چیز حادث ہوتی ہے، یعنی ایک زمانہ میں وجود میں آ کر دوسرے زمانہ میں ختم ہوجاتی ہے، وہ دائمی نہیں ہوتی، لہٰذا یہ عالَم اور کائنات حادث ہے، یعنی یہ ایک زمانہ میں وجود میں آئی ہے، اور دوسرے زمانہ میں ختم ہوجائے گی، اسی کا نام قیامت ہے۔

لیکن بیسویں صدی کے بعد سائنسی دنیا نے جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس کائنات کا ایک نکتۂ آغاز ہے، اور اس وقت سے یہ مسلسل متغیر ہورہی اور پھیل رہی ہے۔

1922ء میں روس اور بیلجیم کے بعض سائنس دانوں نے یہ اعتراف کیا کہ کائنات مسلسل حرکت کر رہی ہے، اور وسیع ہورہی ہے۔

1929ء میں بعض امریکی ماہرین نے دوربین کے ذریعہ کیے گئے آسمان کے مشاہدات سے اس بات کی تصدیق کی کہ ستارے اور کہکشائیں حرکت کرتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی

ہیں،اور چکر لگا رہی ہیں۔

اس کے بعد سائنسدانوں کے لگا تار مشاہدات سے کائنات میں بہت سی تبدیلیاں محسوس کی جاتی رہی ہیں، جو آئے دن اخبار اور ذرائعِ ابلاغ کی زینت بنتی رہتی ہیں۔

سائنسدانوں کے مطابق نظر آنے والی کائنات کا کوئی مرکز ابھی تک نہیں ملا، کیونکہ ان کے مشاہدہ و علم کے مطابق کائنات کا کوئی سرا یا کنارہ نہیں ہے، ہر طرف کہکشاؤں کے جھرمٹ پھیلے ہوئے ہیں، اب تک سائنسدانوں کو کائنات میں نظر آنے والے عظیم ترین کہکشاؤں کے جھرمٹوں کی تعداد ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے، اور نسبتاً چھوٹی کہکشاؤں کی تعداد پچیس (25) ارب کے لگ بھگ ہے، اور بڑی کہکشاؤں کی تعداد تین سو پچاسی ارب اور چھوٹی کہکشاؤں کی تعداد پینتس کھرب کے لگ بھگ ہے، جبکہ تیس ارب پدم کے لگ بھگ ستاروں کی تعداد ہے۔

لیکن آج سے ہزاروں سال پہلے قرآن مجید میں یہ خبر دے دی گئی تھی کہ:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ (سورة الذاريات، رقم الآية ۴۷)

ترجمہ: اور آسمان کہ بنایا ہم نے اس کو دستِ قدرت کے ذریعہ اور بلاشبہ ہم یقیناً وسعت دینے والے ہیں (سورہ ذاریات)

مذکورہ آیت سے آسمان اور اس کی وسعت کا پتہ چلا۔

ستاروں کے فاصلے ناپنے کے لیے انسانوں کے اعداد و شمار ناکافی ہیں، اس لیے سائنسدانوں نے اس قسم کے فاصلوں کا اندازہ کرنے کے لیے نوری سال کی اصطلاح وضع کی۔

”نور“ سے مراد ”روشنی“ ہے، سائنسدانوں کے مطابق روشنی تیز ترین سفر کرنے والی چیز ہے، جو بعض سائنسدانوں کے بقول ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کا سفر طے کرتی ہے، اور اس حساب سے ایک سال میں اس کا سفر تقریباً پچانوے (94) کھرب کلومیٹر بنتا ہے، سائنسدانوں کے بقول ستاروں کے باہم فاصلہ کا تخمینہ ایک نوری سال (یعنی تقریباً پچانوے کھرب کلومیٹر) کا ہے۔

سائنسدانوں کے بقول ہم ایک ایسی کہکشاں میں رہتے ہیں، جو ستاروں کے جھرمٹ سے بنی ہے، اور ہر کہکشاں میں اوسطاً سو (100) ارب ستارے پائے جاتے ہیں، مگر ہماری کہکشاں یعنی ملکی وے (Milky way) تین سو (300) ارب ستاروں پر مشتمل ہے، جن میں ایک ستارہ ہمارا سورج بھی

ہے،ستاروں کے ایک جھرمٹ میں سورج بھی دوسرے ستاروں کی طرح کا ایک معمولی ستارہ ہے۔
کچھ ستارے سورج سے بھی بڑے ہیں، بلکہ غیر معمولی بڑے ہیں، یہ تمام ستارے جس مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں، اسے سائنسدان کہکشاں(Gallatic Center) کہتے ہیں۔
سائنسدان اس کہکشاں کی لمبائی کو ایک لاکھ نوری سال بتاتے ہیں، سائنسدانوں کے ان تمام مشاہدات سے کائنات کی وسعت، اس کے پھیلاؤ اور اس میں ہونے والے تغیرات کا اندازہ ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (سورة الحج، رقم الآية ٧٠)

ترجمہ: کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے، ان چیزوں کو جو آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں، بے شک یہ کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے (سورہ حج)

چونکہ سائنسدان زمین کو محفوظ سیارہ نہیں سمجھتے، اور وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ زمین کا یہ سیارہ مختلف تغیرات کے نتیجہ میں ایک دن تباہ ہوجائے گا، اس لیے وہ کسی محفوظ سیارہ پر پناہ حاصل کرنے کی تلاش وجستجو میں ہیں، اور وہ زمین کے قریب ترین سیاروں میں زندگی کے آثار تلاش کررہے ہیں، جس میں انہیں ابھی تک خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔
لیکن قرآن کی رُو سے قیامت ایک اٹل حقیقت ہے، جس کے واقع ہونے کے بعد زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں پر بھی پناہ حاصل نہیں کی جاسکے گی، بلکہ آسمان کو بھی ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔
اصل پناہ گاہ اسی خالقِ کائنات کے ذریعہ سے حاصل کی جاسکتی ہے، جس نے اس وسیع کائنات کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے، اور اس کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ''توحید'' ہے، یعنی اس کائنات کا ایک ہی خالق ومالک تسلیم کیا جائے، اس خالقِ کائنات نے اپنی منشاء کی تکمیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجی ہوئی تعلیمات کی صورت میں فرمادی ہے، اس پر چل کر ہی محفوظ پناہ گاہ یعنی جنت کو حاصل کیا جاسکتا ہے، اور اس کے بغیر کائنات میں کسی بھی محفوظ پناہ گاہ کا حاصل کرنا ممکن نہیں۔

www.idaraghufran.org

(سورہ بقرہ: قسط نمبر158، آیت نمبر246,247)

مفتی محمد رضوان

قصہ بنی اسرائیل کے ایک نبی اور حضرت طالوت کا

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ. وَقَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡهُ وَلَمۡ یُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰهُ عَلَیۡکُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَهٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (سورة البقرة، رقم الآیات ۲۴۶، ۲۴۷)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے جماعت کی طرف بنی اسرائیل کی، موسیٰ کے بعد، جب کہا انہوں نے اپنے نبی کو کہ بھیج دیجیے ہمارے لیے بادشاہ کو، قتال کریں گے ہم اللہ کے راستہ میں، کہا اس (نبی) نے کہ قریب ہے اگر فرض کردیا جائے تم پر قتال کو، تو تم قتال نہ کرو، کہا انہوں نے اور کیا ہوگا ہمیں کہ نہ قتال کریں ہم، اللہ کے راستہ میں، حالانکہ نکال دیا گیا ہم کو اپنے گھروں سے اور اپنے بچوں سے، پھر جب فرض کردیا گیا ان پر قتال کو، تو پھر گئے وہ، مگر تھوڑے ان میں سے، اور اللہ خوب جاننے والا ہے ظالموں کو۔

اور کہا ان کو ان کے نبی نے، بے شک اللہ نے بھیج دیا ہے، تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ کے طور پر، کہا انہوں نے کہ کیسے ہوگی اس کے لیے حکومت ہمارے اوپر، حالانکہ ہم زیادہ حق دار ہیں حکومت کے اس کے مقابلہ میں، اور نہیں دی گئی اسے وسعت مال کی، کہا اس (نبی) نے بے شک اللہ نے منتخب کردیا ہے اس کو تمہارے اوپر، اور زیادہ کیا اس کو کشادگی کے اعتبار سے علم میں اور جسم میں، اور اللہ دیتا ہے اپنی حکومت جس کو چاہتا

www.idaraghufran.org

ہے اور اللہ وسعت والا، بہت علم والا ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد کے زمانہ سے متعلق بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کو بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے وقت کے نبی سے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی بادشاہ بھیج دیجیے، تاکہ ہم اللہ کے راستہ میں قتال کریں، ان کے نبی نے جواب میں فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال فرض کر دیا جائے، اور پھر تم قتال کرنے سے اعراض وکنارہ کشی کرو۔

انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں اللہ کے راستہ میں قتال کرنے میں کیا چیز مانع ہوگی، جبکہ ہمیں دشمنوں کی طرف سے اپنے گھروں اور اولاد سے نکال دیا گیا۔

پھر جب بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر قتال فرض کر دیا گیا، تو ان میں سے اکثر لوگوں نے قتال کرنے سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کی، البتہ تھوڑے لوگوں نے قتال سے اعراض وکنارہ کشی اختیار نہیں کی، اور اللہ کو ظالم لوگوں کا خوب علم ہے، جنہوں نے قتال فی سبیل اللہ کی فرضیت کے بعد اعراض وکنارہ کشی اختیار کی، اور اللہ کے حکم وانتخاب پر بے جا اعتراض کیا۔

بنی اسرائیل کی اس قوم کے نبی نے ان سے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے قتال کرنے کے لیے حضرت طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیج دیا ہے، بنی اسرائیل کی اس قوم کے لوگوں نے اعتراض کے طور پر کہا کہ ہمارے اوپر طالوت کو بادشاہت کا حق کیسے ہوسکتا ہے، اس کے مقابلہ میں تو بادشاہت کے زیادہ حق دار ہم ہیں، کیونکہ طالوت کو تو مال ودولت کی فراخی حاصل نہیں ہے۔

اللہ کے نبی نے جواب میں فرمایا کہ اللہ نے تمہارے اوپر بادشاہت کے لیے طالوت کو منتخب فرما دیا ہے، اور طالوت کو اگرچہ مال ودولت کی فراخی حاصل نہ ہو، لیکن اللہ نے ان کو علم اور جسم میں کشادگی اور فراخی خوب عطا فرمائی ہے، اور بادشاہت کا مستحق ہونے کے لیے ان ہی دو چیزوں کی ضرورت ہے، بادشاہت کا علم ہونے سے اس کے کاموں کو ٹھیک طریقہ پر انجام دینے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جسم میں فراخی وکشادگی ہونے سے بادشاہت کی طاقت وقوت، ہمت وحوصلہ اور رعب ودبدبہ

حاصل ہوتا ہے، اور اگر تمہیں پھر بھی اعتراض یا شبہ ہو، تو یہ یاد رکھو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے، اسی کو اپنی حکومت عطا فرماتا ہے، اور اللہ وسعت والا بھی ہے، لہٰذا اس کے پاس کسی چیز کی تنگی نہیں، اور اللہ خوب جاننے والا بھی ہے، لہٰذا اسے تمہارے مقابلہ میں حکومت کا زیادہ مستحق ہونے والے شخص کا خوب علم ہے، پس طالوت کی بادشاہت پر تمہارا اعتراض وشبہ کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید تاریخ اور قصہ یا واقعات کی کتاب نہیں، البتہ اس میں جو کوئی تاریخی واقعہ یا قصہ بیان کیا جاتا ہے، اس سے شریعت کا کوئی حکم بتلانا یا کوئی عبرت وبصیرت دلانا مقصود ہوتا ہے۔

اسی لیے قرآن مجید کے واقعات کے ضمن میں شریعت کے حکم یا عبرت وبصیرت کی بات کو اہمیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اور باقی چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔

ہمیں بھی ان واقعات کے ضمن میں یہ شرط ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور جن پہلوؤں کو قرآن وسنت میں اہمیت نہیں دی گئی، یا ان سے تعرض نہیں کیا گیا، اصل مقصود کو نظر انداز کر کے ہمیں ان کے درپے نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ درپے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل مقصود پیچھے رہ جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں غیر مقصود بلکہ تخمینی چیزیں اہمیت اختیار کر لیتی ہیں۔

مذکورہ واقعہ میں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

قتال فی سبیل اللہ کے لیے بادشاہ وامیر کی ضرورت

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ“

”جب کہا انہوں نے اپنے نبی کو کہ بھیج دیجیے ہمارے لیے بادشاہ کو، قتال کریں گے ہم اللہ کے راستہ میں“

بنی اسرائیل کی قوم میں بہت سے نبی آئے، بنی اسرائیل کے جس نبی کا مذکورہ آیت میں ذکر کیا گیا ہے، اتنی بات تو قرآن مجید سے واضح ہے کہ یہ نبی، حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے

بعد کے زمانہ کے تھے، لیکن ان نبی کا نام قرآن مجید یا مرفوع معتبر احادیث میں مذکور نہیں، البتہ بعض مفسرین نے ان کا نام حضرت شمویل علیہ السلام بتلایا ہے، واللہ اعلم۔

بنی اسرائیل کی اس جماعت نے قتال فی سبیل اللہ کے لیے اللہ کے نبی سے بادشاہ کو اپنے ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔

جس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نبوت کا درجہ بادشاہت سے زیادہ ہے، اسی لیے بنی اسرائیل کی اس جماعت نے بادشاہ کے مقرر کرنے کے لیے اللہ کے نبی سے درخواست کی۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عام حالات میں امام المسلمین یا امیر کی اجازت کے بغیر قتال کرنا مناسب نہیں، اور قتال کرنے نہ کرنے کے امور کا اصل اختیار امام المسلمین و امیر کو حاصل ہے، کیونکہ امام و امیر کی اجازت کے بغیر بہت سے شرعی و انتظامی امور میں خلل واقع ہوتا ہے، اسی وجہ سے بنی اسرائیل کی اس جماعت نے اللہ کے نبی سے قتال فی سبیل اللہ کی اجازت طلب کی۔

مثلاً جن لوگوں سے قتال کیا جائے، ان میں ایک تو یہ شرط ضروری ہے کہ وہ ایسے افراد نہ ہوں، جن کو کسی مسلمان یا مسلمانوں کے حکمران کی طرف سے امن دیا گیا ہو، ایسے شخص کو شریعت کی زبان میں ''مستامن'' کہا جاتا ہے، اور نہ ہی ایسے افراد ہوں، جن سے قتال نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو، ایسے شخص کو شریعت کی زبان میں ''معاہد'' کہا جاتا ہے، اور نہ ہی ایسے افراد ہوں، جو ''اہلِ ذمہ'' کہلاتے ہیں، یعنی جو مسلمانوں کی ماتحتی میں ایک ذمہ کے تحت رہتے ہوں۔

(كذا في: الفِقهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُه للزحيلي، ج۸، ص ۵۸۵۳، القسم الخامس، الباب الرابع، ما يجب قبل القتال)

اور ظاہر ہے کہ ان امور کی تعیین وغیرہ میں ہر شخص خود مختار و آزاد نہیں، بالخصوص موجودہ زمانہ میں، جبکہ امن اور جنگ بندی اور ملک کے سرحدی امور کے معاملات حکومتوں کے ذریعہ سے طے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں اگر ہر شخص کو آزادی حاصل ہو جائے، تو ان معاہدوں کی پاسداری مشکل ہے، جبکہ شریعت نے اس قسم کے معاہدات کی پاسدار کی بہت تاکید کی ہے۔

اور جہاد و قتال کے لیے ایک شرط یہ ضروری ہے کہ جن سے قتال کیا جائے ان کو اسلام کی دعوت اور اس کی حقیقت پہنچ چکی ہو۔

اور مذکورہ آیت سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قتال فی سبیل اللہ کو عملی صورت میں بروئے کار

لانے کے لیے مجاہدین ومقاتلین پر ایک امیرِ لشکر ہونا چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر مجاہدین ومقاتلین متحد ہوکر کفار کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور قتال کے امور کو نظم وضبط کے ساتھ انجام نہیں دے سکتے، اسی لیے امیرِ قتال کے بغیر قتال کرنے میں خیر وبرکت اور فتح ونصرت حاصل ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں، اور اسی لیے بنی اسرائیل کی اس جماعت نے اللہ کے نبی سے قتال فی سبیل اللہ کے لیے اپنے ساتھ بادشاہ کو بھیجنے کی درخواست کی۔

اور فقہائے کرام نے بھی یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ امامُ المسلمین کے ذمہ ہے کہ وہ مجاہدین کے لیے ایک امیرِ لشکر مقرر کرے، جو جہاد وقتال کے احکام کا علم بھی رکھتا ہو، اور قوت وطاقت کے ساتھ شجاعت وبہادری کی صفات کا بھی حامل ہو، اور آج کل کی حکومتوں میں بھی آرمی چیف وغیرہ کی تقرری ومعزولی وغیرہ کا استحقاق حکمران کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

اور قتال کے لیے امیرِ لشکر کو مقرر کرنے کی اصل ذمہ داری اور اس کا استحقاق بھی امامُ المسلمین کو حاصل ہے، اور امیرِ لشکر کو امامُ المسلمین کی طرف سے جتنے اختیارات تفویض کیے گئے ہوں، اس کو صرف اتنے ہی اختیارات حاصل ہوں گے، جن سے اس کو تجاوز کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے بغیر نظامِ حکومت وسلطنت کو ٹھیک طریقہ پر چلانا ممکن نہیں ہوتا۔

مگر افسوس کہ بسا اوقات فوجی افسران، حکومت وسلطنت کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات سے تجاوز کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات حکمرانوں سے بغاوت تک کا بھی ارتکاب کرتے ہیں، جس کے دنیا میں بھی اچھے ثمرات مرتب نہیں ہوتے، اور ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کا گناہ الگ لازم آتا ہے۔

(والتفصیل فی: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص١٣٦، ماده، جهاد، و ج٣٢، ص٢٣٦، ماده، قائد)

اللہ کے نبی سے کسی حکم کا مطالبہ کرنے کی اہمیت

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا“

”کہا اس (نبی) نے کہ قریب ہے اگر فرض کردیا جائے تم پر قتال کو، تو تم قتال نہ کرو“

بنی اسرائیل کی اس جماعت کے نبی نے یہ فرمایا کہ ابھی تک تو تمہارے اوپر قتال فرض نہیں کیا گیا،

جس کا تم مطالبہ کررہے ہو، پھر اگر تم پر قتال فرض کردیا گیا، تو تمہارے لیے اس سے اعراض وکنارہ کشی اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا، لہٰذا تم پہلے ہی خوب غور وفکر کرلو۔

بنی اسرائیل کی اس جماعت نے جواب میں کہا کہ ہم قتال سے کیسے اعراض وکنارہ کشی کرسکتے ہیں، جبکہ ہمارے ساتھ دشمنوں کی طرف سے بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں کہ ہمیں ہمارے گھروں اور اولاد سے نکال دیا گیا ہے۔لیکن قتال کی فرضیت کے بعد اکثر لوگوں نے اعراض کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود سے کسی حکم کا مطالبہ کرنے سے پہلے خوب غور کرلینا ضروری ہے، اسی لیے احادیث میں زیادہ سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ کہیں کثرتِ سوال اور بے جا سوال سے وہ عمل فرض نہ کردیا جائے، جس کو بعد میں انجام دینے کی استطاعت نہ ہو، یا اس میں کوتاہی کا مظاہرہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوْا ، فَقَالَ رَجُلٌ:أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَوْ قُلْتُ:نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ:ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ (مسلم، رقم الحديث ١٣٣٧ "٤١٢"، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کردیا ہے، لہٰذا تم حج کرو، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (بحکمِ الٰہی ہر سال حج) واجب ہوجاتا، اور تم ہر سال حج کرنے کی استطاعت (وطاقت) نہ رکھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس چیز کو تمہارے لئے چھوڑ دوں (یعنی اس کی کوئی قید وشرط بیان نہ

کروں، بلکہ اس کو عام بیان کروں) تو تم بھی اس کو چھوڑ دو (اور اس کے متعلق کھود کرید اور بے جا سوالات نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال کرنے، اور اپنے نبیوں کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں، تو اپنی استطاعت (وطاقت) کے مطابق اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو تم اسے چھوڑ دو (صحیح مسلم)

غرضیکہ اللہ کے کسی حکم کا مطالبہ کرنا ذمہ داری کا کام ہے، اس لیے اس سلسلہ میں جلد بازی اور بے جا سوالات ومطالبات مناسب نہیں۔

بادشاہت کے لیے ضروری اوصاف

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ"

''اور زیادہ کیا اس کو کشادگی کے اعتبار سے علم میں اور جسم میں''

اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمادیا، جس کا تعلق شاہی خاندان سے نہیں تھا، اور اس کے پاس مال ودولت کی فراوانی بھی نہیں تھی، البتہ علم اور جسم میں کشادگی وفراخی کی صفات، اللہ نے ان کو عطاء فرمائی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہت کے لیے شاہی خاندان سے ہونا اور مال ودولت کی فراوانی ضروری نہیں، بلکہ اصل صفت بادشاہت کے امور کا علم وفہم اور جسمانی قوت وصلاحیت اور شجاعت و بہادری ضروری ہے۔

اور غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت کے لیے علم وفہم اور قوتِ جسمانیہ وبدنیہ میں وسعت ضروری ہے۔ علم وفہم کی وسعت دراصل عقل ودانش اور قوائے عقلیہ کے سلامت ہونے اور قوتِ جسمانیہ وبدنیہ کی وسعت دراصل شجاعت وہیبت کے سلامت ہونے کی علامت ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ

لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ. قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَائِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ

(سورۃ یوسف، رقم الآیۃ ۵۴، و ۵۵)

ترجمہ:اور بادشاہ نے کہا کہ اس (یوسف) کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خاص کرلوں، پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی تو بادشاہ نے کہا کہ بلاشبہ آپ آج ہمارے نزدیک صاحبِ اقتدار، امانتدار ہیں، یوسف نے کہا کہ مجھے اس زمین کے خزانوں پر (وزیر وامین) مقرر کردیجئے، بے شک میں (اس عہدہ وامانت کی) اچھی طرح حفاظت کرنے والا (اس کے معاملات کو) خوب جاننے والا ہوں (سورہ یوسف)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ اقتدار وحکمران کے لئے امانت دار اور اس عہدہ وذمہ داری اور امانت کا صحیح محافظ ہونا، اور امورِ اقتدار سے واقف وعالم ہونا ضروری ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحیح محافظ وہی ہوسکتا ہے، جو کہ قوی اور باہمت بھی ہو، اس لئے حکمران کے لئے قوی اور باہمت ہونا بھی ضروری ہے۔

اور قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَأۡجَرۡتَ الۡقَوِيُّ الۡأَمِيۡنُ (سورۃ القصص رقم الآیۃ ۲۶)

ترجمہ: جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قوی اور امین ہو (سورہ قصص)

معلوم ہوا کہ کسی بھی کام اور بطورِ خاص حکومت کے عہدے کے لئے ضروری ہے کہ اس کام پر اسے قوت حاصل ہو، اور وہ امانت دار اور امورِ حکومت کا علم رکھنے والا ہو، اگرچہ وہ مالدار نہ ہو۔

حکومت کی ذمہ داری انتہائی نازک اور بھاری امانت ہے، جس کا تعلق ملک بھر کے عوام سے ہے، اس لئے اس کام وخدمت کی انجام دہی کے لئے انسان کا قوی، اور امین ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اور حکومت کے عہدہ کے لئے یہی صفات ایسی ہیں کہ کسی بھی حکمران میں بنیادی طور پر ان کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی اس عہدہ وذمہ داری اور امانت کے لئے قوی وحفیظ اور امین ہونا اور حکومتی اُمور سے باخبر اور واقف ہونا۔

لیکن اس کے لئے مالدار ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ:فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ، ثُمَّ قَالَ:يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا (مسلم، رقم الحديث ١٨٢٥ "١٦" كتاب الامارة، باب كراهة الامارة بغير ضرورة)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے عامل (یعنی کسی علاقہ کا وزیر وگورنر) نہیں بناتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارکر فرمایا کہ اے ابوذر! آپ کمزور ہیں اور یہ (امارت وحکومت کا معاملہ اہم ونازک) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رُسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس کے کہ جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس بارے میں جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو ادا کیا (مسلم)

اصل حکومت اللہ کی اور دوسرے کے لیے اُسی کی عطاء ہے

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

" وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ"

''اور اللہ دیتا ہے اپنی حکومت جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، بہت علم والا ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہت وحکومت حقیقت میں تو ساری کائنات پر اللہ ہی کی ہے، اور وہ جس کو چاہتا ہے، دنیا کی مخصوص اور عارضی حکومت عطاء فرمادیتا ہے، پس حکومت وبادشاہت اللہ کی طرف سے عطاء کردہ امانت ہے، جیسا کہ پیچھے حدث کے ضمن میں بھی گزرا۔

نیز سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورة آل عمران، رقم الآية ٢٦)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! سب جہان کے مالک، تو جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے، اور تو جس سے چاہتا ہے، حکومت چھین لیتا ہے، اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور تو جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہر خیر ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے (سورہ آل عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا حقیقی حاکم ہے، بلکہ دنیا کی حکومت کا کسی کو حاصل ہونا اور ختم ہونا اور عزت کا حاصل ہونا اور ختم ہونا یہ سب کچھ اس کے دستِ قدرت میں ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اور یہ شان، اللہ کے علاوہ کسی اور حکمران کو حاصل نہیں۔

جب آسمان وزمین کی اصل وحقیقی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، تو اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی حکومت یا حکمرانی کو یہ درجہ اور مقام دینا جائز نہیں، اسی وجہ سے کسی انسان کا ''مِلکُ الاملاک'' یا ''شاہانِ شاہ'' (شہنشاہ) یعنی بادشاہوں کا بادشاہ نام رکھنے ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تُسَمّٰى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ (بخاری، رقم الحدیث ۵۷۳۶، کتاب الادب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ناموں میں بدترین نام اس آدمی کا ہوگا، جس کا نام ''ملکُ الاملاک'' (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) ہوگا (بخاری) [1]

---

[1] (وعن أبی هريرة -رضی الله عنه -قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أخنى الأسماء) : بسكون الخاء المعجمة بعدها نون أی :أقبحها، وروی أخنع أی :أذلها وأوضعها باعتبار مسماه (يوم القيامة عند الله) أی :وإن كان اليوم عند عامة الناس أعظم الأسماء وأكرمها (رجل) أی :اسم رجل (يسمى) : بصيغة المجهول من التسمية، نص عليه السيد جمال الدين، وهو المطابق لما فی النسخ المصححة، وفی نسخة بفتح الفوقية وتشديد الميم ماض معلوم من التسمی مصدر من باب التفعل .قال بعضهم :وقع فی أكثر نسخ المصابيح بصيغة المجهول من التسمية، وكذا رأيته فی أصل مصحح من كتاب مسلم، ووقع فی بعض النسخ بصيغة المعروف من التسمی ثم قوله :(ملک الأملاک) : منصوب على المفعولية، والأملاک جمع ملک كالملوک على ما فی القاموس، وقد فسره سفيان الثوری، فقال :هو شهنشاه يعنی : شاه شاهان بلسان العجم، وقدم المضاف إليه ثم حذف الألف وفتح الهاء تخفيفا وهو بالعربی سلطان السلاطين (مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۹۹۸، کتاب الآداب، باب الاسامی)

www.idaraghufran.org

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیعُ الاوّل

کے

فضائل واحکام

(وحقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ''ربیع الاول''
سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، منکرات ورسومات
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح

مؤلف
مفتی محمد رضوان

حُسنِ معاشرت

اور

آدابِ زندگی

(Beauty of Civilization and Manners of Life)

اچھی معاشرت اور طرزِ زندگی گزارنے، رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے
لین دین کرنے، تہذیب وشرافت والی زندگی بسر کرنے کے مختصر، جامع اور سہل
آداب واحکام اور زندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اور آدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

صدقہ کے فضائل

اور

بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مُرتَّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصد اور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جا قیود اور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ
کرنے کی نیت کر لینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عباداتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعد وضوابط

مصنّف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں

سے متعلق

فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ ومرتبہ
رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات
صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،
والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی
صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب
اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

چالیس سال سے زیادہ عمر کی فضیلت سے متعلق احادیث

اس سے پہلے ایسی احادیث وروایات ذکر کی جاچکی ہیں، جن میں اس امت کے اکثر افراد کی عمر ساٹھ سے ستر سالوں کے درمیان ہونے اور بعض احادیث میں ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہونے پر اللہ کی طرف سے عذر کا مکمل ہونے اور بعض احادیث میں اچھے اخلاق واعمال کے ساتھ لمبی عمر والے کی فضیلت اور برے اعمال واخلاق کے ساتھ لمبی عمر والے کی برائی کا ذکر آیا ہے۔

اب ذیل میں ایسی چند احادیث وروایات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں مومن کی عمر کے زیادہ ہونے کے مختلف مراحل میں مختلف فضائل وفوائد کا ذکر آیا ہے، لیکن ساتھ ہی محدثین نے احادیث وروایات کی اسناد پر کلام کیا ہے، بعض نے ضعیف، بعض نے شدید ضعیف وغیرہ بھی قرار دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَا مِنْ مُعَمَّرٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، إِلَّا صَرَفَ اللهُ عَنْهُ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ مِنَ الْبَلَاءِ: الْجُنُونَ، وَالْجُذَامَ، وَالْبَرَصَ، فَإِذَا بَلَغَ خَمْسِينَ سَنَةً، لَيَّنَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِسَابَ، فَإِذَا بَلَغَ سِتِّينَ، رَزَقَهُ اللهُ الْإِنَابَةَ إِلَيْهِ بِمَا يُحِبُّ، فَإِذَا بَلَغَ سَبْعِينَ سَنَةً، أَحَبَّهُ اللهُ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، فَإِذَا بَلَغَ الثَّمَانِينَ، قَبِلَ اللهُ حَسَنَاتِهِ، وَتَجَاوَزَ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ تِسْعِينَ، غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ، وَسُمِّيَ أَسِيرَ اللهِ فِي أَرْضِهِ، وَشَفَعَ لِأَهْلِ بَيْتِهِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٣٢٧٩،مسند البزار، رقم الحديث ٢١٨٢،٢١٨٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی بھی اسلام کی حالت میں چالیس(40) سال کی عمر ہوجاتی ہے، تو اللہ اس کو تین قسم کی بیماریوں سے محفوظ فرمادیتا

www.idaraghufran.org

ہے، ایک جنون سے، دوسرے کوڑھ پن سے، اور تیسرے برص سے۔ پھر جب وہ پچاس(50) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس پر حساب کو نرم کر دیتا ہے، پھر جب وہ ساٹھ(60) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کو ان کاموں کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، جن کاموں کو اللہ پسند فرماتا ہے، پھر جب وہ ستر(70) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس سے محبت فرمانے لگتا ہے، اور آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جب وہ اسّی(80) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کی نیکیوں کو قبول فرماتا ہے، اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، پھر جب وہ نوے(90) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور اس کا نام ''اسیر اللہ فی الارض'' (یعنی ''زمین میں اللہ کا قیدی'') رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کو اس کے اہلِ خانہ کے متعلق شفاعت کا حق دیا جاتا ہے(مسند احمد)

مذکورہ روایت میں ایک راوی ''یوسف بن ابی ذرۃ'' پائے جاتے ہیں، جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ ''میزان الاعتدال'' میں علامہ ذہبی نے اور ''لسان المیزان'' میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''یوسف بن ابی ذرۃ'' کی سند سے مذکورہ حدیث کو ان کے ترجمہ میں ذکر کر کے اس پر جرح کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: میزان الاعتدال للذہبی، ج۴ص ۴۶۴، ۴۶۵، رقم الترجمة ۹۸۶۵ ،لسان المیزان لابنِ حجر، ج۶ص ۳۲۰، ۳۲۱، رقم الترجمة ۱۱۴۸)

جناب شیخ شعیب ارنؤوط نے مسند احمد کی ''تعلیق'' میں مذکورہ حدیث کی سند کو ''یوسف بن ابی ذرۃ'' کی وجہ سے شدید ضعف قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موقوفاً ایک دوسری سند سے بھی ''مسند احمد'' وغیرہ مروی ہے(ملاحظہ ہو: مسند احمد، رقم الحدیث ۵۶۲۶)

اس کی سند کو بھی بعض اہلِ علم حضرات مثلاً شیخ شعیب ارنؤوط وغیرہ نے ایک دوسرے راوی ''فرج

---

[1] قال شعیب الارنؤط: إسناده ضعيف جداَ، يوسف بن أبى ذرة، قال ابن معين :لا شيء ، وقال ابن حبان فى المجروحين :3/131-132 "منكر الحديث جداَ، ممن يروى المناكير التى لا أصل لها من حديث رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ على قلة روايته، لا يجوز الاحتجاج به بحال .قلنا :وقد سلف موقوفاَ على أنس فى مسند ابن عمر برقم (5626) من طريق جعفر بن عمرو الضمرى عن أنس، فأنظر تمام تخريجه والكلام عليه هناک(حاشية مسند احمد)

بن فضالۃ‘‘ کی وجہ سے شدید ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ انہوں نے اس روایت کی دوسری اسناد کو بھی اس کی تائید میں قبول نہیں کیا (ملاحظہ ہو: حاشیۃ مسند احمد، تحت رقم الحدیث ۵۶۲۶)

اسی طرح جناب ناصرالدین البانی صاحب نے مذکورہ حدیث کی سند کو ’’منکر‘‘ قرار دیا ہے۔

(ملاحظه هو: سلسلة الأحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ۵۹۸۴)

تاہم ’’فرج بن فضالۃ‘‘ کو امام احمد نے ایک روایت میں ثقہ قرار دیا ہے، اور بعض نے ’’صالح‘‘ جبکہ بعض نے ’’ليس به بأس‘‘ کہا ہے۔

(ملاحظه هو: تهذيب الكمال ج۲۳ ص۱۵۶ الیٰ ۱۵۹، ملخصاً، رقم الترجمة ۴۷۱۴)

لہٰذا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں تو شبہ نہیں، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک شدید ضعیف ہے۔

اب رہا یہ کہ اس میں دوسری ضعیف درجہ کی روایات سے مل کر حسن بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے یا نہیں، تو اس میں دونوں احتمال ہیں، اور ایک امرِ ذوقی واجتہادی ہے، جس میں اختلافِ رائے ممکن ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العبد المسلم إذا بلغ خمسين سنة خفف الله حسابه، وإذا بلغ ستين سنة رزقه الله الإنابة إليه، وإذا بلغ سبعين سنة أحبه أهل السماء، فإذا بلغ ثمانين ثبت الله حسناته ومحى سيئاته، فإذا بلغ تسعين سنة غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وشفعه الله فی أهل بيته وكتب فی السماء أسير الله فی الأرض (المقصد العلی فی زوائد أبی يعلی الموصلی ، للهيثمی، رقم الحديث ۱۷۶۶، كتاب التوبة والاستغفار، باب: تجاوز الله سبحانه عن سيئات من لم يبلغ ومن يعمر)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندۂ مسلم جب پچاس (50) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کے حساب کو نرم کر دیتا ہے، اور جب ساٹھ (60) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کو اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، اور جب وہ ستر (70) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اس سے آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جب وہ اسّی (80) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کی نیکیوں کو ثابت رکھتا

www.idaraghufran.org

ہے، اوراس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، پھر جب وہ نوے(90) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیتا ہے، اور اللہ اس کو اس کے اہلِ خانہ کے متعلق شفاعت کا حق دیتا ہے، اور آسمان میں اس کا نام ’’اسیر اللہ فی الارض‘‘ (یعنی ’’زمین میں اللہ کا قیدی‘‘) لکھ دیتا ہے (المقصد العلی)

مذکورہ روایت کی سند میں بھی ایک راوی ’’عزرۃ بن قیس‘‘ کی وجہ سے ضعف پایا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۱۷۵۶۳ ،باب فیمن طال عمرہ من المسلمین، حاشیة المقصد العلی فی زوائد أبی یعلی الموصلی، لسید کسروی حسن ،تحت رقم الحدیث ۱۷۶۶ ، ج۴ ص ۳۸۰، کتاب التوبة والاستغفار، باب: تجاوز اللہ سبحانہ عن سیئات من لم یبلغ ومن یعمر، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " إذا بلغ المرء المسلم خمسین سنة صرف اللہ عنه ثلاثة أنواع من البلاء: الجنون، والجذام، والبرص، فإذا بلغ ستین سنة رزقه اللہ الإنابة إلیه، فإذا بلغ سبعین سنة محیت سیئاته وکتبت حسناته، فإذا بلغ تسعین سنة غفر اللہ له ذنبه ما تقدم منه وما تأخر، وکان أسیر اللہ فی الأرض، وشفع لأهل بیته "

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلم شخص پچاس(50) سال کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس سے تین قسم کی بلاؤں کو دور فرمادیتا ہے، ایک جنون کو، دوسرے کوڑھ پن کو، تیسرے برص کو، پھر جب وہ ساٹھ(60) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کو اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمادیتا ہے، پھر جب وہ ستر(70) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور نیکیوں کو لکھ دیتا ہے، پھر جب وہ نوے(90) سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیتا ہے، اور وہ زمین میں اللہ کا قیدی ہوجاتا ہے، اور اس کے گھر والوں کے لیے شفاعت کا حق دیا جاتا ہے (طبرانی)

مذکورہ روایت میں دوسری روایات کے برعکس چالیس کے بجائے پچاس سال کی عمر میں تین قسم کی

بلائیں دور ہونے کا ذکر ہے، اور اس میں اسّی سال کا بھی ذکر نہیں۔

اس روایت کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۱۷۵۶۴ ،باب فیمن طال عمرہ من المسلمین)

اس روایت کو امام حاکم نے بھی اپنی ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے، جس کے الفاظ میں کچھ فرق پایا جاتا ہے، چنانچہ اس روایت کے شروع میں پچاس کے بجائے چالیس سال کا ذکر ہے، اور پچاس سال کی عمر میں اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، اور اسی سال کی عمر میں اس کا نام ''اسیرُ اللہ فی الارض'' ہونے کا ذکر ہے، اور قیامت کے دن اس کے اہلِ بیت کے لیے سفارش کا حق حاصل ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

جناب ناصرالدین البانی صاحب نے اس سلسلہ میں مروی مختلف اسناد کی احادیث پر کلام کیا ہے، اور کسی کو شدید ضعیف، غیرصحیح اور کسی کو منکر قرار دیا ہے۔

پھر اس کے بعد اپنا رجحان اس طرف ظاہر کیا ہے کہ مذکورہ روایات کا متن قابلِ اعتبار نہیں ہے، اور ان میں جو مختلف عمر کے حصوں پر حاصل ہونے والے فضائل کا ذکر ہے، ان کی شرعی اصولوں سے مطابقت نہیں پائی جاتی، کیونکہ اگر کوئی گناہ اور برائیوں کی حالت میں زیادہ عمر پائے، تو صحیح احادیث میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے، نیز معتبر احادیث میں ساٹھ سال کی عمر کے بعد اللہ کی طرف سے عذر مکمل ہو جانے کا ذکر پایا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ۵۹۸۳)

لیکن اگر مذکورہ احادیث کو اس بڑھاپے کی فضیلت پر محمول کیا جائے، جس میں انسان برے اعمال سے بچے اور توبہ و استغفار کا اہتمام کرے، تو اس طرح کے بڑھاپے کی نفسِ فضیلت کو مذکورہ احادیث کی بنیاد پر معتبر قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن صرف عمر زیادہ ہونے کے بھروسے پر اکتفاء کر لینا اور اس کے مقابلہ میں اختیاری اور اہم اعمال کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إذا بلغ المرء المسلم أربعين سنة صرف الله عنه ثلاثة أنواع من البلاء: الجنون والجذام والبرص، وإذا بلغ خمسين سنة غفر له ذنبه ما تقدم منه وما تأخر، وكان أسير الله فى الأرض، والشفيع فى أهل بيته يوم القيامة "(مستدرك حاكم، رقم الحديث ۶۰۲۳)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

شاہ ولی اللہ صاحب کا فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال (قسط5)

’’اذانِ ثانی پر وجوبِ سعی‘‘ کے متعلق شاہ صاحب کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اپنی مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ’’مصفّٰی‘‘ میں فرماتے ہیں:

مسئلہ: مراد از نودی اذانِ ثانی است، زیرا کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین ہمی اذان بود کہ پیشِ خطیب می گویند، واذانِ اول در زمان حضرت عثمان پیدا شدہ است، پس حالِ نزول آیت، دلالت می کند کہ مراد اذانِ ثانی است

(مصفّٰی، ج۱ص۱۵۷، باب السعی یوم الجمعۃ، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

ترجمہ: قرآن مجید میں مذکور’’نُوْدِیَ‘‘ سے اذانِ ثانی مراد ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے زمانہ میں یہی اذان تھی، جو کہ خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، اور پہلی اذان کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اضافہ کیا گیا، پس آیت کے نازل ہونے کی حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے اذانِ ثانی مراد ہے

(مصفّٰی)

ہمیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے مذکورہ موقف سے اتفاق ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی مفصل کتاب ’’جمعہ مبارکہ کے فضائل واحکام‘‘ میں ذکر کردی ہے۔

اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی پہلی اذان سنت یا مستحب ہے، بدعت نہیں۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے عام حالات میں یعنی جب ضرورت نہ ہو، جمعہ کی اُس ایک اذان کو ہی مستحب قرار دیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خطبہ شروع ہونے کے وقت منبر کے سامنے ہوا کرتی تھی۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری اذان دی جائے، تو کوئی حرج بھی نہیں۔

اور آج کل جو بعض حضرات جمعہ کے دن اذانِ ثانی کو بدعت کہتے ہیں، ان کا قول درست نہیں، کیونکہ اذانِ ثانی کا اضافہ خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے خیرالقرون میں شروع ہوا، جس پر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافتِ راشدہ کے دور میں عمل کیا، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو بدعت ومنکر قرار نہیں دیا، پھر اس پر بدعت کا حکم لگانے کے کیا معنیٰ؟

البتہ اگر کوئی امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صرف ایک اذان پر اکتفا کرے، مگر دوسری اذان کو بدعت قرار نہ دے، تو اس حد تک اس میں بھی برائی نہیں۔

اس کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے دن اذان ہونے پر خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم جمعہ کی پہلی اذان پر عائد ہوتا ہے یا دوسری اذان پر؟

اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اصح اور مختار قول کے مطابق جمعہ کے دن خرید وفروخت کی ممانعت پہلی اذان پر شروع ہو جاتی ہے، کیونکہ اس اذان کا مقصد لوگوں کو جمعہ کی تیاری کی طرف متوجہ کرنا ہے، اور اگر یہ حکم جمعہ کی دوسری اذان پر شروع کیا جائے گا، تو پھر مقصود حاصل نہیں ہو سکے گا۔

لیکن اس کے برعکس دیگر جمہور فقہائے کرام (یعنی مالکیہ، شافعیہ وحنابلہ) اور حنفیہ میں سے امام طحاوی اور بعض اور مشائخِ حنفیہ کے نزدیک خرید وفروخت وغیرہ کی ممانعت کا حکم جمعہ کی دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ جس وقت سورہ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی، اس وقت تک جمعہ کی ایک ہی اذان، امام کے خطبہ شروع کرنے کے وقت ہوتی تھی، اور یہی اس آیت کا مصداق تھی، اور جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جاری ہوئی۔

اور جمعہ کی پہلے اذان کے اضافہ کا مقصد بھی لوگوں کو جمعہ کی تیاری کا موقع دینا تھا، تاکہ ان کو جمعہ کی دوسری اذان تک سعی کا حکم پورا کرنے میں آسانی رہے، لہٰذا اس اذان کے اضافہ کے بعد بھی اصل سعی کے واجب ہونے کا حکم اسی اذان کے ساتھ قائم رہا۔

اور ہمیں دلائل کے لحاظ سے اور ابتلائے عام اور بعض دوسری وجوہ سے جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ

میں سے امام طحاوی اور بعض مشائخِ حنفیہ کا مندرجہ بالا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ [1]

ہمیں اس سلسلہ میں موجودہ دور کے بعض حنفیہ کے اس مشہور قول کے راجح ہونے سے اتفاق نہیں، جس کی رُو سے جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ گناہ گار ٹھہرتا ہے، اور بہت سے معاملات میں دشواری وتنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس موقع پر یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات، جو اپنی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں، وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فقہی ذوق اور اس کے دلائل کو حیرت واجنبیت بلکہ وحشت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اس کو کسی طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، کیونکہ ان کا زیادہ تر مطالعہ اور جدوجہد، اس ذوق کے برخلاف محدود پیمانہ پر پائی جاتی ہے، اور یہ معتدل ذوق سامنے آنے سے ان کے تشدد کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

حالانکہ خوش بختی کی نشانی یہ ہے کہ تشدد اور جمود وغیرہ سے نجات اور اعتدال کی نعمت جہاں سے، اور عمر کے جس حصہ میں بھی حاصل ہو، اس کو قبول کیا جائے، اور اپنے تشدد وغلو والے سابق طرزِ عمل سے رجوع میں عار محسوس نہ کی جائے۔ (جاری ہے............)

---

[1] فمذهب جمهور الفقهاء، ومنهم بعض الحنفية كالطحاوى، أنه الأذان الذى جرى به التوارث، ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو أذان خطبة الجمعة بين يدى المنبر، والإمام على المنبر، فينصرف النداء إليه .ولهذا قيده المالكية والحنابلة بالأذان الثانى .
واستدلوا لذلک بما يلى :-
ما روى عن السائب بن يزيد رضى الله عنه، قال :كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر، على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر رضى الله عنهما، فلما كان عثمان رضى الله عنه وكثر الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء .
وفى رواية "زاد الثانى ."وفى رواية "على دار فى السوق، يقال لها :الزوراء "وتسمية الأذان الأول فى أيامنا، أذانا ثالثا؛ لأن الإقامة -كما يقول ابن الهمام تسمى أذانا، كما فى الحديث بين كل أذانين صلاة -ولأن البيع عند هذا الأذان يشغل عن الصلاة، ويكون ذريعة إلى فواتها، أو فوات بعضها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص ۲۲۴،مادة "بيع")

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

علماءوطلبہ کو علم میں تفقہ وتعمق اوراعتدال کی ضرورت

کچھ عرصہ قبل بندہ محمد رضوان کا ایک جگہ اپنے سلسلہ کے بڑے جامعہ میں جانا ہوا، وہاں جا کر جامعہ کے ایک مفتی صاحب کی خدمت میں بھی حاضری کی توفیق ہوئی، میں توان مفتی صاحب کی زیارت وملاقات اوران سے استفادہ کے لیے حاضر ہوا تھا، اور میں ان مفتی صاحب کی دل سے قدر کرتا ہوں، اوراپنے سلسلہ کا بزرگ سمجھتا ہوں۔

ان مفتی صاحب کے پاس اس وقت تخصص کے طلبہ بھی موجود تھے، حضرت مفتی صاحب موصوف نے مجھے اپنے قریب میں بٹھا کر طلبۂ کرام سے میرا تعارف کرایا، اور پھر مجھ سے فرمایا کہ آپ طلبہ کو کچھ نصیحت فرمادیں، میں نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے لب کشائی کرنا مناسب نہیں لگتا، اس لیے میرے بجائے آپ ہی نصیحت فرمادیں، تو بہتر ہے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ میں تو روزانہ ہی نصیحت کرتا رہتا ہوں، آج آپ فرمادیں۔

خیر میں نے ایک عالم، بزرگ شخصیت کا حکم ہونے کی وجہ سے تعمیلِ حکم میں طلبۂ کرام کی مناسبت سے چند علمی وفقہی باتیں ان طلبۂ کرام کے سامنے عرض کیں۔

بے تکلف جو موضوع ذہن میں حاضر ہوا، وہ کچھ اس طرح سے تھا کہ فقہی ومجتہد فیہ امور میں علماء و طلبہ کو اپنے مطالعہ میں وسعت دینے، تفقہ وتعمق اوراعتدال پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے مسائل وہ ہیں، جن میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، اور ایک ہی فقہ کی کتب میں ایک مسئلہ کے اندر ایک سے زیادہ فقہاء ومشائخ کے اقوال بھی پائے جاتے ہیں، جن میں کسی ایک قول کا کسی دلیل یا ضرورت کی وجہ سے راجح یا مفتیٰ بہ ہونا ممکن ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک قول کو ایک زمانہ میں مخصوص عرف وحالت کی وجہ سے راجح یا مفتیٰ بہ قرار دیا جائے، اور دوسرے قول کو کسی دوسرے زمانے میں عرف وغیرہ کے بدلنے یا حالت کے مختلف ہونے کی وجہ سے راجح ومفتیٰ بہ قرار دیا جائے، جبکہ بعض مسائل کے اندر اونچ نیچ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ترجیح وتصحیح وغیرہ میں بھی

پہلے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور گزشتہ کسی زمانہ میں کسی صاحبِ فقہ واجتہاد اور صاحبِ افتاء نے کسی دلیل کی رُو سے کسی قول کو اگر راجح، صحیح یا اصح یا مفتیٰ بہ وغیرہ کہا ہو، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے راجح، یا صحیح یا اصح یا مفتی بہ وغیرہ ہوجائے، اور بعد کے کسی فقیہ ومفتی وغیرہ کو اس کی مخالفت جائز نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں بعد کے حضرات کا اپنے سے پہلے کے اکابر، اساتذہ ومشائخ اور اساتذہ وغیرہ سے اختلاف ہوتا رہا ہے (جیسا کہ ابھی ذکر آتا ہے) لیکن آج کے دور میں علماء کا مخصوص طبقہ، اس طرزِ عمل کو نکارت وحقارت وغیرہ کی نظر سے دیکھنے لگا ہے، اور اس کو تفرد وشذوذ کا الزام دینے لگا ہے، حالانکہ جو مسئلہ مجتہَد فیہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی فقیہ ومجتہد کا مسلک یا قول بھی ہو، اس پر اس طرح کا الزام عائد کرنا درست نہیں۔

چنانچہ بہت سے مسائل میں ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے فقہائے کرام ومشائخِ عظام میں سے کوئی ایک مخصوص قول مشہور ومعروف ہوگیا ہے، اور عام طور پر ایک مدت سے کتابوں میں وہی نقل در نقل ہوتا اور اختیار کیا جاتا رہا ہے، اور اس کے لیے ترجیحی واجتہادی دلائل پیش کیے جاتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے قول کا بہت سے اہلِ علم کو بھی علم نہیں ہوتا، اور وہ اس کے برخلاف قول کو صریح وقطعی طور پر غلط خیال کرنے لگے ہیں، پھر جب اس مسئلہ میں دوسرے قول پر عمل وفتوے کی ضرورت پیش آتی ہے، یا کوئی صاحبِ علم دلائل کی رُو سے دوسرے قول کی طرف اپنا رجحان ظاہر کرتا ہے، تو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شافعیہ، مالکیہ یا حنابلہ میں سے کوئی قول، بلکہ حنفیہ میں سے کوئی غیر معروف قول، مشہور غیر مقلد حضرات کا کوئی فرقہ یا کوئی دوسرا فرقہ اختیار بلکہ سرقہ کرلیتا ہے، اور پھر اس کو اپنی طرف منسوب کرکے اس کی تشہیر وتبلیغ کرنا شروع کردیتا ہے، جس میں بعض اوقات وہ اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا کتر بیونت یا اس میں شدت پیدا کرلیتا ہے، لیکن وہ اس موقف کے لیے زیادہ تر اہلِ حق فقہائے کرام ومشائخِ عظام کے بیان کردہ دلائل واستنباطات کو ہی توڑ موڑ کر یا گھما پھرا کر پیش کرتا ہے۔

جس کے ردِعمل میں ہماری طرف سے بعض اوقات اس قول کی اس طرح سے علی الاطلاق تردید کی

جانے لگتی ہے، جیسا کہ وہ قول بنیادی طور پر کسی باطل پرست کا ہو، اور غیر مجتہد فیہ یا قرآن وسنت کی نصوص یا اجماع وغیرہ کے صراحتاً متصادم ومخالف ہو، اوراس کے نتیجہ میں جلیل القدر فقہاء ومشائخ بلکہ بعض اپنے سلسلہ کے اکابر بھی لازماً ہدف بنتے ہیں۔

چنانچہ کئی مسائل اس طرح کے ہیں کہ ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے معزز تلامذہ مثلاً امام محمد، امام ابویوسف اور امام زفر رحمہم اللہ وغیرہ نے اختلاف کیا، اس کے بعد بھی متعدد مشائخِ حنفیہ و اکابرِ احناف مختلف مسائل میں اپنے رجحانات کو ظاہر فرماتے رہے، جن میں ان کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا اپنے سے پہلے حنفیہ کے مشہور ومعروف موقف سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

متعدد مسائل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے متعلق بھی اس طرح کے امور پائے جاتے ہیں، جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی فکر پر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

نیز علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ جیسے مشائخِ دیوبند بھی متعدد مسائل میں معروف اقوال سے ہٹ کر خاص موقف رکھتے ہیں، ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر ومشائخ سے بہت سے مسائل میں اپنی اپنی ترجیحات ملتی ہیں، تو کیا کوئی حنفیت یا مسلکِ دیوبند سے صحیح اور سچی وابستگی ونسبت رکھنے والا، ان مشائخ واکابر کی شان میں گستاخی یا نازیبا رویہ پسند کرے گا؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

پھر بعض اوقات کسی زمانہ میں یا کسی ضرورت کی وجہ سے خود ہمیں ان فقہائے کرام یا مشائخِ عظام میں سے اسی غیر معروف وغیر مشہور قول کو اختیار کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، تو پریشانی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جس قول کی تحریری وتقریری طور پر ایک مدت تک تردید کی جاتی رہی، اوراس کو اہلِ باطل کا مسلک قرار دیا جاتا یا سمجھا جاتا رہا، اوراس پر تحریری یا زبانی طور پر مناظرہ ومجادلہ کا بازار گرم ہوتا رہا، اب کس منہ سے اس قول کو قبول یا اختیار کریں۔

مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور ومعروف قول یہ ہے کہ حجِ قران یا حجِ تمتع کرنے والے کو ”یومُ النحر“ کے تین اعمال میں ترتیب واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر ان کے نزدیک دَم واجب ہے۔

ایک جمرۂ عقبہ کی رمی، دوسرے قربانی اور تیسرے سر کا حلق یا قصر۔

اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول پر ایک عرصہ سے عمل کیا جاتا رہا، اوراس میں سابق ادوار میں

کسی معقول دشواری کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑا، کیونکہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ اپنے اپنے علاقوں سے حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی کا جانور یعنی ہدی لے کر حرم اور منیٰ میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور اس زمانہ میں ہدی کو اپنے ساتھ ساتھ رکھنے میں بھی کوئی دشواری نہیں تھی، ادھر دس ذی الحجہ کو رمی کی، اور اِدھر اپنے ساتھ موجود ہدی کی قربانی کی، اور وہیں سادگی کے ساتھ اپنے سر کا حلق یا قصر کرلیا، چنانچہ فقہائے کرام نے ''سوقِ ہدی'' کے متعدد مسائل اپنے اپنے زمانہ میں بیان فرمائے ہیں، اور اس پر کئی احکام متفرع و مرتب فرمائے ہیں، جن کا کتبِ فقہ میں ذکر پایا جاتا ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں یہ سب کام مشکل ہوگئے ہیں، اپنے یہاں سے ہدی اپنے ساتھ لے کر جانا، اس کو اپنے ساتھ ساتھ رکھنا، یہاں تک کہ منیٰ میں لے کر پہنچنا اور اس سے بڑھ کر رمی کرتے وقت بھی اپنے ساتھ رکھنا، اور رمی سے فارغ ہوکر وہیں اس کو ذبح کردینا، یہ سب کام موجودہ رش و ہجوم اور قانونی و انتظامی چیزوں و پابندیوں کی وجہ سے دشوار اور بعض تقریباً ناممکن ہوگئے ہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے یہاں پر بعض غیر مقلدین یا سلفیین نے ان مذکورہ اعمال میں ترتیب کے واجب نہ ہونے بلکہ سنت ہونے اور اس ترتیب کی خلاف ورزی پر دم لازم نہ آنے کے قول کو اختیار کرلیا، اور اس کی تحریری و زبانی طور پر تبلیغ بھی شروع کردی، اور ترتیب کی خلاف ورزی سے متعلق ''لا حرج'' والی مشہور حدیث سے بھی استدلال کیا۔

جس کے نتیجہ میں ہم لوگوں نے یہ سمجھا کہ مذکورہ اعمال میں ترتیب کے واجب نہ ہونے اور اس کے بجائے سنت ہونے کا قول تو غیر مقلدوں یا سلفیوں کا ہے، اور اس کی زور و شور کے ساتھ تحریراً و تقریراً تردید کی جاتی رہی، اور مشہور حدیث ''لا حرج'' کی بھی مخصوص تاویل کی جاتی رہی۔

مگر یہ نہیں دیکھا گیا کہ مذکورہ اعمال میں ترتیب کے واجب نہ ہونے اور سنت ہونے کا قول اور اس کی مذکورہ دلیل تو خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی ہے، جو حنفیہ کی کتب میں مذکور و منقول ہے، اور ہم اس کو غیر مقلدین وغیرہ کا قول سمجھ کر اس کی تردید و تاویل میں متشدّدانہ طریقہ پر اپنی صلاحیتوں کو خرچ کررہے ہیں، اور عوام کا بڑا طبقہ اس مشکل سے بچنے کے لیے سلفیت یا غیر مقلدیت وغیرہ کی طرف رجوع کررہا ہے۔

جب یومُ النحر کے مخصوص اعمال میں ترتیب کو اختیار کرنے میں عملی طور پر دشواری کا سامنا ہوا، اور اس کی وجہ سے بعض حنفی علماء وفقہاء نے ترتیب کے سنت ہونے کے قول پر گنجائش کی طرف اپنا رجحان ومیلان ظاہر کیا، اور صاحبین کی طرف سے پیش کردہ دلیل ''لاحـــرج'' کو استدلال میں پیش کیا، تو ان علماء کو سخت حیرت ہوئی، جنھوں نے ان سب چیزوں کا غیر مقلدوں اور سلفیوں کے ردِّعمل میں انکار کیا تھا، اور اس پر تحریری وتقریری طور پر تبلیغ، بلکہ مناظروں کا بازار گرم کیا تھا۔

اور آج کل عام علماء کی اتنی تربیت واصلاح ہوتی نہیں کہ اپنی سابق تبلیغ وتحقیق سے رجوع کا اعلان کریں، بلکہ اکثر وبیشتر اس انکار وتردید کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کی طرف سے ایک مخصوص موقف کی تبلیغ اور نشر واشاعت ہو چکی ہوتی ہے، جس کے خلاف کو قبول کرنے میں اپنی شکست اور عار محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دنیا کی ہار جیت یا اونچ نیچ یا دنیا کی عزت وذلت کا کھیل نہیں۔

میں نے ایسے کئی اصحابِ علم دیکھے کہ جو زبانی طور پر کسی خاص مسئلہ میں گنجائش اور کسی دوسرے موقف کے حامی اور قائل تھے، اور حرج وتنگی کی علت کو موثر سمجھ رہے تھے، اور خود عملی طور پر بھی توسع پر عمل پیرا تھے، لیکن اپنی کتابوں میں مذکور مشہور موقف سے مسلکی اَنا پرستی وغیرہ کی وجہ سے دوسروں کے لیے اس کے خلاف اجازت پر تحریری یا زبانی اشاعت وتبلیغ کے لیے ہرگز آمادہ نہ ہوئے، جو کہ محققین کے طریقہ کے خلاف ہے۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مختلَف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہیے، اس طرح ایک تو شریعت سے محبت ہوگی، دوسرے آرام رہے گا (انفاسِ عیسیٰ، ص۳۰۲، مطبوعہ: تجلی برقی پریس، دہلی)

محققین کا مسلک یہ ہے کہ اپنے نفس کے عمل میں تو تنگی برتے، اور اعلیٰ وادنیٰ کو عمل کے لیے اختیار کرے، مگر رائے اور فتویٰ میں وسعت رکھے، اور لوگوں کے لیے مقدور بھر آسانی کو تلاش کرے (الافاضات الیومیہ، جلد۱۰، صفحہ۱۱۴، بحوالہ تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۲۵۱ ''آدابِ افتاء واستفتاء''، مطبوعہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

دوسرے کے عیب میں تو حتی الامکان فقہ سے گنجائش نکالے، اور اپنے نفس پر تنگی کرے (الافاضات الیومیہ، جلد، صفحہ۲۳۳، بحوالہ تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۲۵۱ ''آدابِ افتاء واستفتاء'')

جس شخص پر فقہ اور فتویٰ کا رنگ غالب ہوتا ہے، اس کے فتویٰ کا رنگ اور ہوتا ہے کہ جزئیات میں تشدد کی عادت ہوتی ہے، اور جس پر حدیث کا رنگ غالب ہوتا ہے، اس کے فتویٰ کا رنگ اس سے مختلف ہوتا ہے کہ اس میں کچھ توسع ہوتی ہے (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۲۴۹)

بہر حال اس طرح کے بے شمار مسائل ہیں، جن کے بارے میں علماء وطلبہ کو اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے ہوئے ملاحظہ کرنے اور اس طرزِ عمل سے بچنے کی ضرورت ہے کہ جو قول کسی غیر مقلد وغیرہ کی طرف سے آئے، خواہ وہ فقہائے کرام بلکہ حنفی فقہاء ومشائخ سے ماخوذ کیوں نہ ہو، فوراً اس کی تردید نہ کردیں، بلکہ اس کا گہرائی اور وسعت کے ساتھ جائزہ لیں کہ بنیادی طور پر یہ قول کس کا ہے، اور کہاں سے لیا گیا ہے، اور کس حد تک اس مسئلہ میں اجتہاد وترجیح وغیرہ کی گنجائش پائی جاتی ہے، اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے کیا کیا اقوال ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح مثلاً رفعِ یدین اور قرائت خلف الامام اور آمین بالجہر وغیرہ کے مسائل ہیں کہ یہ مسائل خود اہلِ حق فقہائے کرام بلکہ صحابۂ کرام وتابعینِ عظام میں بھی اختلافی تھے، مگر وہ حضرات اس قسم کے مسائل میں اختلاف کو حق و باطل کا اختلاف نہیں سمجھتے تھے، بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنے گمان میں اجتہادی صواب وخطاء سمجھتے تھے، جس میں جانبِ مخالف، مجتہد پر بھی کم از کم ایک اجر وثواب کے قائل تھے، نہ کہ گناہ کے، اسی لیے وہ ان مسائل میں تشدد اختیار نہیں کرتے تھے۔

اور اسی لیے وہ اس کی وجہ سے ایک دوسرے پر گمراہی وضلالت کے احکام وفتاویٰ صادر نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ بہت سے حنفی سلسلہ سے وابستہ حضرات بھی ان مسائل میں حنفیہ کے مشہور اقوال کے خلاف دوسرے موقف کو اختیار کرتے تھے۔

اب اگر کچھ غیر مقلد حضرات ان مسائل میں تشدد اختیار کرتے ہیں، اور ان کو اپنے درجہ سے بڑھاتے ہیں، یا مخالف قول کے متعلق صریح خلافِ شریعت اور غلط ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو بلاشبہ ان سب باتوں کی معقول اور سنجیدہ دلائل کے ساتھ توضیح وتبلیغ کرنے اور ان کے درجات کو منقح کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم جو دوسروں کے طرزِ عمل وردِ عمل میں خود مخالف قول کی اس انداز میں تردید شروع کردیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے جلیل القدر فقہائے کرام بلکہ صحابۂ کرام بھی زد میں آجاتے ہیں، یہ طرزِ عمل اہلِ حق کا شیوہ نہیں، اگر اہلِ باطل اس طرزِ عمل کو اختیار و پسند کرتے ہوں، تو اس کے وہ خود مجرم اور بروزِ قیامت جوابدہ ہیں، لیکن ان کی تردید میں ہمیں خود اپنی طرف سے اس غلطی کو نہیں دُہرانا چاہئے، اہلِ حق کا یہی شیوہ ہے، جس پر نہ صرف یہ کہ

آخرت میں بڑا اجر ہے، بلکہ دنیا میں بھی مآلاً اس کے عوامی دنیا پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، گو بظاہر اور فی الفور وہ اثرات ہمیں محسوس نہ ہوں۔

اگرچہ موجودہ دور میں اس طرح کے مسائل کے اندر ہر فریق دوسرے پر بے جا تشدد اختیار کرنے اور اپنی دہی کو میٹھا اور دوسرے کی دہی کو کھٹا قرار دینے کے اصول پر عمل پیرا ہے، اور اپنے بے جا تشدد کی اصلاح کے لیے تیار نہیں۔ [1]

اس طرح کی اور بھی کچھ باتیں، میں نے مذکورہ موقع پر کیں، جو بعینہٖ اس وقت مستحضر نہیں۔

بندہ کی یہ گفتگو کیونکہ ہمارے یہاں رائج عام روایات سے ہٹ کر اور عام علمی ماحول سے کچھ مختلف تھیں، اس لیے بندہ کی گفتگو ختم ہونے کے بعد مذکورہ مفتی صاحب نے اس پر کچھ اشکال پیش کیا، جس کا بندہ نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

پھر انہوں نے کچھ اشکال پیش کیا، بندہ نے پھر جواب دیا، اور اس طرح کچھ دیر کے لیے یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن الحمدللہ تعالیٰ اچھے ماحول میں گفتگو ہوئی، کوئی ناخوشگواری کا ماحول نہیں بنا، بندہ چائے

---

[1] چنانچہ ایک مرتبہ ایک قابلِ قدر عالمِ دین نے بندہ کی طرف سے تحریر کردہ ''فقہ واجتہاد میں توسع واعتدال'' سے متعلق ایک مضمون کے بارے میں فرمایا کہ آپ کے فلاں مضمون میں جو بعض فقہاء واکابر کے اقوال شائع ہوئے ہیں، وہ مجتہد حضرات تھے، اور ان اقوال سے عوام میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ خواہ وہ مجتہد تھے یا غیر مجتہد، لیکن یہ تو معلوم ہونا ضروری ہے کہ ان کا فقہی واجتہادی ذوق اور اس کے دلائل کیا ہیں، قطع نظر اس سے کہ ان کے فقہی واجتہادی ذوق سے کسی کو اختلاف ہو یا اتفاق۔

فرمانے لگے کہ آپ کے مضمون میں بڑے سخت الفاظ ہیں، مثلاً یہ لکھا ہے کہ بعض لوگ اس عمل کو مکروہ تحریمی یا حرام کہتے ہیں، اور اس عمل کے مرتکب کو فاسق وغیرہ بھی کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ہم نے کبھی ایسا نہیں کہا، البتہ غیر مقلدین تشدد اور سختی کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ اولاً تو جو کوئی تشدد اختیار نہ کرے، وہ ہمارا مخاطب نہیں، ہمارے مخاطب تو طرفین کے متشددین ہیں، دوسرے جب کسی عمل کو شرعی اور منصوصی حیثیت سے حرام یا مکروہ تحریمی قرار دے دیا گیا، اور اس میں تشدد اختیار کیا گیا، تو پھر اس کا مرتکب فاسق ہی ہوتا ہے، اس کے بجائے کسی امام یا مجتہد کے نزدیک حرام یا مکروہ کہنا چاہیے، اور دونوں باتوں میں فرق ہے۔

اور عوام میں تشویش، اعتدال والے موقف سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ پہلے سے متشددین کی طرف سے پیدا کردہ تشویش ختم ہوتی ہے، البتہ اگر کسی نے عوام میں تشدد والے کسی موقف کی تبلیغ وتشہیر کی ہو، تو پھر اس متشدد کے قول کے متعلق تشویش ضرور ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ تو مجتہَد فیہ اور مختلَف فیہ تھا، مگر ہمیں اس حیثیت سے اس کی تعلیم نہیں دی گئی، اور مخالف موقف کو باطل قول قرار دیا گیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ ہر فریق دوسرے کو متشدد قرار دیتا ہے، مگر اپنے آپ کو قابلِ اصلاح نہیں سمجھتا، بندہ جو اللہ اور اپنے درمیان حق سمجھتا ہے، اسی رائے کا اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے اختیار کرنے کا مکلّف ہے، اگر دوسرے کو اس سے اختلاف ہے، وہ اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی رائے قائم کرے، اسے دوسرے کو اپنی رائے کا مکلّف سمجھنا درست نہیں، جہاں تک مشورہ اور رائے کا تعلق ہے، تو اس میں حرج نہیں، لیکن مشورہ دینے والے کو یہ سمجھنا کہ دوسرا اس کے مشورہ پر عمل بھی کرے، یہ درست طریقہ معلوم نہیں ہوا۔

نوشی وغیرہ کی ضیافت سے فراغت کے بعد وہاں سے اچھے طریقہ پر رخصت ہو کر واپس لوٹا۔

لیکن چونکہ بندہ ان مفتی صاحب کو اپنے سلسلہ کا بزرگ خیال کرتا تھا، اس لیے بندہ کو اس طرح سوال و جواب کے سلسلہ سے کچھ حیا محسوس ہوی کہ شاید حضرت مفتی صاحب کو دل میں ناگواری محسوس ہوئی ہو، بندہ نے کیونکہ جو کچھ عرض کیا تھا، وہ فیما بیني و بین اللہ حق و سچ سمجھتے ہوئے عرض کیا تھا، اور کسی کو نیچا دکھانا یا مناظرہ کرنا پیشِ نظر نہیں تھا، بلکہ وہاں حاضری کا مقصد بھی زیارت و ملاقات تھا، نہ بیان وتقریر، بہرحال اپنے مقام پر پہنچنے کے بعد اگلے دن بندہ نے حضرت مفتی صاحب موصوف کو فون کیا اور عرض کیا کہ حضرت والا کی موجودگی میں جو گفتگو اور سوال و جواب کا سلسلہ ہوا، اس کی وجہ سے دل پر چھ بوجھ تھا کہ کہیں حضرت والا کے دل میں خفگی پیدا نہ ہوگئی ہو، اس لیے بندہ نے معذرت وصفائی کرنے کے لیے فون کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے بڑی وسعتِ قلبی کے ساتھ فرمایا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں، البتہ میں نے محسوس کیا کہ آپ میں کچھ تجدد پیدا ہو رہا ہے، اور اکابر کا جو موقف ہے، اس سے کہیں کہیں ہٹنے کا خدشہ ہے، ہمیں تمام مسائل میں اپنے اکابر کے موقف پر قائم رہنا چاہئے، اسی میں ہر طرح کی خیر ہے۔

بہرحال بندہ نے کیونکہ سابقہ گفت وشنید اور سوال و جواب کے سلسلہ پر معذرت کرنے کی وجہ سے رابطہ کیا تھا، اس لیے اب اس موضوع کو ان کے سامنے طول دینے کے بجائے موقوف کر دینے کی طرف ہی رجحان ہوا، بندہ نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بندہ آپ کی ہدایت پر غور کرے گا، اور اجازت طلب کر کے سلام ودعا کے بعد گفتگو کا سلسلہ ختم کیا۔

لیکن ساتھ ہی بندہ نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے بعض اہلِ علم بزرگوں نے موجودہ دور میں مجتہد فیہا مسائل کے اندر اجتہاد کی صلاحیت اور ضرورت نہ ہونے کا پختہ فیصلہ کر لیا ہے، اور وہ یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں کہ ہمارے بزرگوں اور اکابر نے اپنے دوور اور اپنے زمانہ کے حالات ومقتضیات کے مطابق کام کیا تھا، وہ اگر آج کے زمانہ اور دور میں ہوتے، تو آج کے زمانہ کے حالات ومقتضیات کے مطابق کام کرتے، ظاہر ہے کہ وہ حضرات آج کے دور میں ہو کر گزشتہ دور کے حالات و مقتضیات کے کام پر جمود اختیار نہ کرتے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنے زمانہ اور اپنے دور

میں یہ سوچنے پر اکتفاء نہ کیا کہ ہمارے سے پہلے اکابر اور بزرگ جو کام کر گئے تھے، وہی کافی ہے، اور ہمیں اپنے زمانہ کے حالات ومقتضیات کے مطابق کام کرنے اور سابق اکابر کے موقف پر راجح ومرجوح کے اعتبار سے غور وفکر کرنے اور اس سے ہٹنے اور کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت نہیں، بلکہ انہوں نے اپنے دور میں جو کام کیا، اس میں دلائل اور ضرورت کے پیشِ نظر متعدد مسائل میں سابق اکابر وفقہاء کے موقف کو ترک کیا، اور انہوں نے اپنے اور اللہ کے درمیان جو حق سمجھا، اس کو اختیار کیا، اور اپنی آراء قائم کیں، اور اس عظیم الشان کارنامہ کی وجہ سے ہی ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ آج ان کو اپنے اکابر ومشائخ وغیرہ قرار دینے والے بھی فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد فیہا اور فقہی وفروعی مسائل میں ہر دور کے حالات ومقتضیات اور دلائل کے پیشِ نظر اپنے اور اللہ کے درمیان حق وصواب سمجھے جانے والے موقف کو اختیار کرنا ہی دراصل اکابر کے نقشِ قدم پر چلنا ہے، کیونکہ اکابر کا یہی طریق ہے، خواہ اس کے نتیجہ میں اکابر سے کسی فروعی ومجتہد فیہ مسئلہ میں اختلافِ رائے کیوں نہ پیدا ہو جائے۔

مگر آج اس کے برعکس اکابر کے اس طریقہ کو چھوڑ کر ان کے زمانہ والے اختیار کردہ سابق موقف کے اختیار اور اس پر جمود واصرار کرنے کو ہی ان کے نقشِ قدم پر چلنا سمجھا جانے لگا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مسائل بعض قطعی ہوتے ہیں، ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی، بعضے اجتہادی وظنی ہوتے ہیں، ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اور علمائے امت نے اس پر نکیر نہیں کی، اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا۔

مسائلِ اجتہادیہ ظنیہ میں اختلاف دو طرح سے ہوا ہے، ایک دلائل کے اختلاف سے، جیسے حنفی، شافعی میں ''قرائت خلف الامام'' کے مسئلہ میں، دوسرے واقعات یا عوارض کے اختلاف سے، جیسے امام صاحب اور صاحبین نے نکاحِ صابئات کے مسئلہ میں (تحفۃ

العلماء، جلد۲، صفحہ۷۹، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قلب میں اکابر کی محبت وعظمت اور ان کے علمی وعملی بلند مقام کی وقعت کے باوجود مسائلِ شرعیہ میں دلائل کے پیشِ نظر ان سے اختلافِ رائے واجب ہے (رسالہ ''صبح صادق'' مشمولہ احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۹۰)

اور ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

آخر میں یہ گزارش ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی عظمتِ شان، جلالتِ قدر اور علمی تبحر کے پیشِ نظر تو اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی جرائت کسی بڑے عالم کو بھی نہیں ہونی چاہیے، چہ جائیکہ مجھ جیسا طفلِ مکتب اس پر کچھ لکھے۔

لیکن الحمدللہ! جماعتِ دیوبند کی خصوصیت اور انہی بزرگوں کی تعلیم وتلقین نے ہمیں یہ صراطِ مستقیم دکھائی کہ مسائلِ شرعیہ میں آزادانہ اظہارِ رائے ترکِ ادب نہیں، بلکہ شاگردوں کا اظہارِ خیال انہی بزرگوں کا معنوی فیض ہوتا ہے، اس لیے بنامِ خدا تعالیٰ جو کچھ اس میں تحقیق سے مجھ پر واضح ہوا، وہ لکھ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ ترکِ ادب سے بھی مجھے محفوظ رکھیں۔ آمین (فقہی مقالات، جلد۲، صفحہ۵۵، ۵۶، مطبوعہ: میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعت: جولائی1996ء)

حضرت شیخ مفتی صاحب موصوف مدظلہم کا مسائلِ شرعیہ میں آزادانہ اظہارِ رائے کو ادب کے خلاف سمجھنے کی نفی کرنا موجودہ دور کے اہلِ علم حضرات کے لیے قابلِ نمونہ اور بہت اہمیت کا حامل ہے، جس کی خلاف ورزی کی وجہ سے علمی دنیا میں متعدد مفاسد جنم لے رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ نے بھی جن مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کیا، فقہاء ومشائخِ حنفیہ کی تصریح کے مطابق انہوں نے اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہی علمی فیض قرار دیا۔ [1]

[1] روی عن جمیع أصحاب أبی حنیفة من الکبار کأبی یوسف ومحمد وزفر والحسن أنهم قالوا ما قلنا فی مسألة قولا إلا وهی روایة عن أبی حنیفة وأقسموا علیه أیمانا غلاظا(العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، ج ا، ص ۱۰۹، کتاب الوقف، الباب الأول فی وقف المریض أرضه أو داره فی مرض موته)

www.idaraghufran.org

جہاں تک ’’تجدّد‘‘ کا تعلق ہے، تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہر ’’تجدّد‘‘ مذموم نہیں، بلکہ اگر وہ صحیح نہج پر اور شرعی اصول وقواعد کے مطابق ہو یا کسی پیدا شدہ غلو یا افراط وتفریط دور کرنے اور اعتدال پیدا کرنے کے لیے ہو، تو نہ صرف یہ کہ محمود ہے بلکہ مطلوب بھی ہے، اور یہ دراصل کہنے کو تو تجدّد ہے، لیکن حقیقت میں شریعت کے اصل موقف کی تجدید ہے، جس کی ہر صدی میں ضرورت ہے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ:

إن الله عز وجل يبعث لهذه الأمة على رأس كلِّ مِئة سنةٍ من يُجَدِّدُ لها دينَها (سنن ابی داود، رقم الحديث ۴۲۹۱، باب ما يُذكَرُ في قَرْنِ المِئَة) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اس امت کے (فائدہ ونفع کے) لیے ہر سو (100) سال کے سرے پر ان لوگوں کو مبعوث فرمائے گا، جو اس امت کے (فائدہ ونفع کے) لیے اس کے دین کی تجدید کریں گے (ابوداؤد)

قطع نظر اس سے کہ کس صدی میں کون کونسے مجدد ہوئے ہیں یا ہوں گے؟

اس حدیث سے ہر صدی کے اندر دین میں تجدید واجتہاد کا مطلوب ومحمود ہونا معلوم ہوتا ہے، اسی لیے متعدد فقہائے کرام نے ہر زمانہ میں اجتہاد کے مشروع ہونے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، اور ایک زمانہ میں مختلف علوم وفنون کے لحاظ سے متعدد مجدّدین ہونے کا قول کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنووط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)

[2] ولا يلزم أن يكونوا مجتمعين فى بلد واحد بل يجوز اجتماعهم فى قطر واحد وافتراقهم فى أقطار الأرض ويجوز أن يجتمعوا فى البلد الواحد وأن يكونوا فى بعض منه دون بعض ويجوز إخلاء الأرض كلها من بعضهم أولا فأولا إلى أن لا يبقى إلا فرقة واحدة ببلد واحد فإذا انقرضوا جاء أمر الله انتهى ملخصا مع زيادة فيه ونظير ما نبه عليه ما حمل عليه بعض الأئمة حديث إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها أنه لا يلزم أن يكون فى رأس كل مائة سنة واحد فقط بل يكون الأمر فيه كما ذكر فى الطائفة وهو متجه فإن اجتماع الصفات المحتاج إلى تجديدها لا ينحصر فى نوع من أنواع الخير ولا يلزم أن جميع خصال الخير كلها فى شخص واحد (فتح البارى لابن حجر، ج۱۳، ص ۲۹۵، كتاب التمنى، باب لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق)

(على رأس كل مائة سنة) : أى: انتهائه أو ابتدائه إذا قل العلم والسنة وكثر الجهل والبدعة (من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حدیث پر علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا ایک مستقل رسالہ ہے، جو اہلِ علم حضرات کے لیے قابلِ ملاحظہ ہے۔

اور اگر اپنے زمانہ کے اعتبار سے تحقیق واجتہاد کا کام مستند ومتدین اہلِ علم حضرات نہیں کریں گے، جو کہ اس کے اصل اہل ہیں، تو پھر جاہل یا کم علم یا غیر محتاط اور غیر مقلدین حضرات اُلٹ پلٹ انداز میں یہ کام کریں گے، جیسا کہ کر رہے ہیں۔

اس لیے ہر طرح کے اجتہاد کے دروازہ کو بند کر کے بیٹھ جانا اور سابقہ دور کے فقہی ومجتہد فیہ معروف اقوال سے ذرہ برابر نہ ہٹنے پر اصرار اور جمود اختیار کرنا، درست اور معتدل طرزِ عمل نہیں، بلکہ یہ طرزِ عمل غلو پر مبنی اور قابلِ اصلاح معلوم ہوتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ دور میں اہلِ علم حضرات اپنے مطالعہ اور فکر میں وسعت وتعمق اور اعتدال پیدا کریں، اور علمی وتحقیقی واجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے، دلائل اور حالات ومقتضیات کے مطابق کام کریں، اور جمود وتشدد سے اجتناب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اعتدال کو اختیار کرنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

محمد رضوان

18 ربیع الاول 1438ھ، 18 دسمبر 2016ء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يجدد) : مفعول يبعث (لها) أي: لهذه الأمة (دينها) أي: يبين السنة من البدعة ويكثر العلم ويعز أهله ويقمع البدعة ويكسر أهلها .قال صاحب جامع الأصول: وقد تكلم العلماء في تأويله، وكل واحد أشار إلى العالم الذي هو في مذهبه، وحمل الحديث عليه، والأولى الحمل على العموم فإن لفظة "من" تقع على الواحد والجمع، ولا يختص أيضا بالفقهاء فإن انتفاع الأمة بهم، وإن كان كثيرا فانتفاعهم بأولي الأمر وأصحاب الحديث والقراء والوعاظ والزهاد أيضا كثير، إذ حفظ الدين وقوانين السياسة وبث العدل وظيفة أولي الأمر، وكذا القراء وأصحاب الحديث ينفعون بضبط التنزيل والأحاديث التي هي أصول الشرع وأدلته، والوعاظ ينفعون بالوعظ والحث على لزوم التقوى لكن المبعوث بشرط أن يكون مشارا إليه في كل فن من هذه الفنون .نقله السيد (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ٣٢١، كتاب العلم)

مقالات و مضامین　　(ضمیمہ: جنت کے قرآنی مناظر:63)　　مفتی محمد امجد حسین

مباحث روح وبدن (آخری حصہ دہم)

ڈیکارٹ فلسفہ مغربی کے یوٹرن پر

ڈیکارٹ ہمیں مغربی فلسفہ کی تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑا نظر آتا ہے، یہ ڈیکارٹ ہی تھا، جس نے فلسفہ کی تاریخ کو یوٹرن دے کر مادہ کی خارجی دنیا کی بجائے، داخلیت یا ذہن وشعور کی داخلی دنیا کو فلسفہ کا اصل موضوع اور ہدف بنایا، اور بارکلے کے لیے راستہ صاف کیا، جس نے ڈیکارٹ سے ایک قدم آگے بڑھ کر مادہ کا صاف انکار کردیا، اور ٹھوک بجا کر ڈائیلاگ میں ثابت کیا کہ جو کچھ ہے مادہ نہیں، بلکہ ذہن، شعور اور احساس ہے۔

بارکلے کے نزدیک ہم جو کچھ محسوس کرتے ہیں، ضروری نہیں کہ خارج میں وہ موجود ہی ہو، ہمارے پاس اپنے ذہنی احساسات کے علاوہ کسی خارجی چیز کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں، اور خارج میں جو کائنات پھیلی ہوئی ہے، یہ خود ایک آفاقی ذہن، یونیورسل مائنڈ (ذاتِ باری تعالیٰ) کے ذہن و شعور کے احساسات وادراکات ہیں۔ [1]

---

[1] میرے خیال میں صوفیائے اسلام وحدتُ الوجود، عالمِ اصغر اور عالمِ اکبر، یا شخصِ اصغر اور شخصِ اکبر وغیرہ تعبیرات واصطلاحات جو استعمال کرتے ہیں، اور اس کی جو تشریح پیش کرتے ہیں، بارکلے کے وجودِ کلّی کا فلسفہ اس کے گرد گھومتا ہے۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی، صدر الدین قونوی، مجدد الفِ ثانی، شاہ ولی اللہ، مولانا جلال الدین رومی اور شاہ اسماعیل شہید کے وحدت الوجود یا بالفاظِ دیگر وحدت الشہود کی پوری تفصیلات خود ان بزرگوں کے اصل لٹریچر میں کوئی سمجھ کر پڑھ لے، تو وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا، لیکن میرے خیال میں یہ سمجھ کر پڑھنا اور ذوقِ سلیم کے ساتھ فلسفہ وحدت الوجود، جو مسلّم صوفیاء نے پیش کیا، اس کو انگیز کرنا بھی ایک بڑا مرحلہ ہے۔ یہاں تو وہ حال ہے جو کہنے والے نے کہا　ع

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں　　بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

ہم نے تو پانی پی پی کر اور غصے سے رگیں پھلا پھلا کر بے چارے صوفیاء کو رگیدنا اور گھسیٹنا ہے، بات بے بات بیچ چوراہے کے لا لا کر ان کو کھڑا کرنا اور لتاڑنا ہے، قرآن وسنت اور سلفیت کے نام نہاد علمبردار بن بن کر نظریہ وحدت الوجود کو بے سمجھے بوجھے، بے پڑھے سیکھے، اس کو من مانے مفہوم ومراد کے فریم ورک میں اتار کر کبھی عجمی، ایرانی سازش قرار دینا ہے، کبھی ہندوانہ فلسفہ جوگ اور ویدانت قرار دینا ہے، ہمارا طرزِ عمل تو اپنے اسلاف کے قابلِ قدر علوم کی بے توقیری کے باب میں ویسا ہے، جیسا کہ شاہی باز ایک بڑھیا کے ہاتھ لگا، تو باز کی چونچ اور پنجے ترس کھا کر قینچ لیے کہ ہائے پرندے! لگتا ہے تو بے ماں کا ہے، تیرا کسی نے خیال نہیں رکھا، ٹیڑھے پنجے سے تو کیسے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈیکارٹ اور بارکلے کے بعد فلسفہ کی تاریخ اور مباحث مادے کے گرد نہیں بلکہ ذہن اور مائنڈ کے گرد گھومتے ہیں، گویا فلسفہ کی دنیا میں خالص مادیت کا خاتمہ ہوکر تصوریت اور ارتیابیت کے میدانوں میں ہی آئندہ فلسفہ آگے بڑھتا رہا۔

لیکن اسی اٹھارہویں صدی میں ایک اور اہم چیز یہ ہمارے سامنے آتی ہے کہ سائنس فلسفہ سے الگ ہوکر مادی کائنات کی تسخیر کے لیے تجربہ و مشاہدہ کے ہتھیار لے کر میدان میں اترتی ہے، جس سے مادیت تازہ دم ہوکر، نئے رنگ ڈھنگ سے سامنے آتی ہے، اور جیسے جیسے سائنس تسخیرِ کائنات کے ہفت خواں طے کرتی ہے، ویسے ویسے ہی دہریت، الحاد اور مادیت پر اصرار کرتی جاتی ہے۔

سائنس کا مادیت کے رُخ پر آگے بڑھنے میں اور مجردات وغیر مادی حقائق، روح، نفس، ذہن، شعور کو نظرانداز کرنے میں دو سائنس دانوں کی تحقیقات اور تھیوریوں کا دخل مانا گیا ہے، ایک گلیلیو (Galileo Galilei 1564-1642) دوسرے نیوٹن (Newton 1643-1727) نیوٹن کے کائنات کے متعلق طبیعاتی قوانین سے اس کائنات کو ایک مشینی و مکینیکل کائنات باور کیا گیا، جو ان طبیعاتی قوانین کے تحت خود بخود آٹومیٹکل طور پر چل رہی ہے،

❁ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ❁

چلتا ہوگا، اور مڑی تڑی چونچ سے کیسے کھاتا ہوگا، دو تین سو سالہ دورِ زوال نے باقی چیزوں کے ساتھ ہماری مت بھی ماردی، ہمارے ذہنی سوتے خشک کردیے، ہمارے بڑوں کے وہ کارنامے اور علمی و کشفی فتوحات وادراکات، جو اپنے زمانے سے بھی پانچ سو اور ہزار سال آگے کی باتیں تھیں، اور مغربی فلسفہ وسائنس کئی سو سال کا سفر طے کر کے ان میں سے ابھی بعض تک ہی پہنچ سکا ہے، بعض تک پہنچنے کے لیے تو ابھی سائنس کو مزید ایڈوانس ہونا ہے، تب کہیں ان کی بصیرت وفراست والے کشفی علوم کی تہہ تک تجربہ ومشاہدہ کے بعد پہنچ سکیں گے، اسلام کے قدوسی صفات محققین اہلِ علم کی یہی باتیں جب کوڑھ مغزی سے بہت سے حاملینِ اسلام کو سمجھ نہیں آتیں، تو لٹھ لے کر پیچھے اپنے ان بزرگوں کے ہی پڑجاتے ہیں، اور نبی علیہ السلام کی قربِ قیامت کے متعلق اس پیشنگوئی کا اپنے آپ کو مصداق بنا لیتے ہیں کہ پچھلے لوگ اپنے پہلے والوں کو گالیاں دیں گے، اور برا بھلا کہیں گے۔ ؏

ولعن آخر هذه الأمة أولها (الدر المنثور، ج۳، ص ۱۷۹)

نظریہ وحدت الوجود جس پر ابنِ عربی کی مٹی پلید کی جاتی ہے، فلسفہ کی دنیا میں بارکلے، سپینوزا وغیرہ نے اس کا صور اتنی بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا ہے کہ بارکلے کے بعد تو فلسفہ آج تک اس کے اثر اور سحر سے آزاد نہیں ہوسکا، گو ہاتھ پاؤں مارنے والوں نے بہتیرے جتن کیے۔ اور بیسویں صدی میں آئن سٹائن، جیمس جینز، وہائٹ ہڈ وغیرہ نے سائنس کو بھی اسی موڑ پر لا کھڑا کردیا ہے، جس پر تین سو سال پہلے بارکلے نے فلسفہ کو کھڑا کیا تھا، جس کا بگل بارکلے اور ڈیکارٹ سے کئی صدیاں پہلے ابنِ عربی، صدرالدین قونوی وغیرہم نے پھونکا تھا کہ مادہ اور کائنات ایک خیالی واعتباری چیز ہے، اصل اس کے پیچھے مائنڈ اور شعور ہے، یہ مادہ اس مائنڈ کی جلوہ آرائیاں اور جلوہ فریبیاں ہیں۔ ؎

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

اس کو چلانے کے لیے کسی مائنڈ، ارادے اور اتھارٹی کی ضرورت نہیں، یہاں اس کے چلنے کا نظام خودکار طور پر خود اس کے اندر موجود ہے، اور وہ علت ومعلول کے نیچرلی اصول پر استوار ہے، لہٰذا کسی مداخلت کی اس میں نہ گنجائش ہے نہ ضرورت (سرسید احمد خان مرحوم کے دور میں نیوٹنی تعلیلات کا سکہ سائنسی دنیا میں چلتا تھا، اس اللہ کے بندے نے اسی پر ایمان بالغیب لا کر اپنی تفسیر میں پورے قرآن کو اس کے گرد گھما دیا، اس طرح تفسیرِ قرآن کے نام پر تحریف والحاد کا شاہکار دنیا کے سامنے آیا)

معلوم نہیں نیوٹن نے اپنے قوانین سے خود بھی یہ سارے نتائج نکالے تھے یا نہیں، بظاہر تو نہیں نکالے تھے، لیکن بعد کے مادیین ودہریین نے خود نیوٹنی مکینیکل کائنات کے ساتھ یہ نتائج وابستہ کردیے کہ جب کائنات خودکار طور پر چل رہی ہے، اور علت ومعلول کے اصول کے تحت کام کر رہی ہے، تو کسی خدا کو درمیان میں لانے اور کائنات کے خالق کی حیثیت سے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ جیسا کہ ان کی طرف سے دعویٰ کیا گیا:

If events are due to natural causes,they are not due to super natural causes.

نیوٹن کی طبیعات کے ساتھ یہ نتائج وابستہ کرنا ایک صریح دھاندلی اور تحکم تھا، جس پر بحث کا یہ موقعہ نہیں۔ جبکہ گلیلیو کا یہ اگر کارنامہ ہے کہ اس نے ریاضیات اور طبیعات (Mathematics and Physics) کو باہم مربوط اور ہم آہنگ کیا، جس سے طبیعاتی انکشافات وترقی کی راہیں کھل گئیں، تو اس کے کام کا منفی پہلو جس سے آئندہ سائنس متاثر اور اس کے زیرِ اثر رہی، یہ ہے کہ اس نے سائنس وتحقیق کا موضوع صرف مادی وحسی موجودات کو قرار دیا، غیر مادی لطائف اور مجردات کو اس نے نظر انداز اور ترک کردیا کہ سائنسی تحقیق صرف ناپی اور تولی جانے والی چیزوں تک محدود کردی، اس طرح چیزوں کی کمیت (Quantitative Aspect) سائنس کا موضوع بن گئی، اور کیفیت (Qualitative Aspect) سائنسی دائرہ سے باہر کردی گئی۔

ایک مغربی سائنٹسٹ ڈاکٹر الیکسس کیرل (Dr, alexis carrel.d.1944) نے اس کا شکوہ کیا ہے (دیکھیے اس کی کتاب ''Man the unknown'') وہ کہتے ہیں ''یہ غلطی جو ہماری تمام مصیبتوں کی ذمہ دار ہے، گلیلیو کے تولیدی نظریہ (Genial Idea) کی ایک غلط

تعبیر کا نتیجہ ہے، گلیلیو نے چیزوں کی ابتدائی صفات کو جو ابعاد اور وزن پر مشتمل ہیں، اور جن کی آسانی سے پیمائش کی جاسکتی ہے، ان ثانوی صفات سے الگ کر دیا، جو شکل، بو اور رنگ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں، اور جن کی پیمائش نہیں کی جاسکتی، کمیت کو کیفیت سے جدا کر دیا، اس غلطی سے غیر معمولی نتائج پیدا ہوئے، انسان کے اندر وہ چیزیں جن کی پیمائش نہیں کی جاسکتی، ان چیزوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، جن کی پیمائش کی جاسکتی ہے، مثلاً فکر اور خیال کا وجود اتنا ہی اہم ہے، جتنا خون (Blood Serum) کے طبعی کیمیاوی توازن کا وجود اہم ہے، کمی اور کیفی اشیاء کے درمیان یہ فرق اور وسیع ہوگیا، جب ڈیکارٹ نے جسم اور روح کے درمیان فرق کرنا شروع کر دیا، اس کے بعد سے دماغ کے مظاہر ناقابلِ تشریح بن گئے، مادی اشیاء کو روحانی اشیاء سے بالکل الگ کر دیا (بحوالہ اظہارِ دین، ص92،Religious and Science.P:73)

ڈیکارٹ کی ثنویت پر بھی یہاں فاضل موصوف نے رَد کیا ہے، ڈیکارٹ چلا تو تصوریت سے تھا، اور اس کی تصوریت نے فلسفہ پر گہرا اثر ڈالا، لیکن اپنی وارداتِ علمی میں آگے جاکر وہ ثنویت میں بھٹک جاتا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، آج جو جدت پسند، روشن خیال یا سیکولر عناصر دین ودنیا یا مذہب وریاست کی دوئی میں ڈیکارٹ کو اپنی تائید میں لائے ہیں، وہ اس کی اسی ثنویت کے تناظر میں ہے، جو اس نے روح اور جسم میں تباین اور دوئی کے آئیڈیا کے تحت خیالات پیش کیے ہیں۔

تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

بات لمبی ہوتی جارہی ہے، میں اصل موضوع کی طرف واپس آتا ہوں، یہ مباحث تو الگ مستقل موضوع بلکہ موضوعات کے متقاضی ہیں۔

ان ذیلی مباحث اور تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ فلسفہ وسائنس شک وارتیاب اور دہریت والحاد کی پیچ در پیچ گھاٹیوں میں گھوم پھر کر آج اس فیصلہ کن موڑ کی طرف بتدریج بڑھتے جارہے ہیں، جہاں اصل مذہب روزِ اول سے کھڑا ہے (مذہب کے نام پر انسانی اوہام وخیالات بلکہ خرافات کی ہم بات نہیں کر رہے، خصوصاً قرونِ وسطیٰ کے مسیحی مذہب اور پادریوں کی ڈکٹیٹرشپ اور مذہب کی خودساختہ ترجمانی کی، جس نے انسانی فکر وتدبر اور تسخیرِ کائنات کی سائنسی کوششوں پر پہرے

بٹھائے، اور ظلم کے پہاڑ توڑے، جس کی وجہ سے فلسفہ و سائنس نے اس سے بغاوت کرتے ہوئے،نفسِ مذہب اور خدا اور روحانیت کا ہی انکار کردیا تھا)

مجموعی سائنسی ادراک وشعور کو آج اس بات کی یافت ودریافت ہوچکی ہے کہ وہ مادیت ومحسوسات کے کنویں کا مینڈک بننے کے بجائے مادہ کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے چھپی توانائی اور اس توانائی کے پیچھے مخفی شعور و مائنڈ یا ذہن اور علم، یعنی مادہ، توانائی اور شعور تین چیزوں کی اس تکون اور ٹرائیکا کو بیک وقت سامنے رکھے، اس کے بغیر کائنات وسلسلۂ موجودات کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے لے کر ایک کرہ وسیارہ اور کہکشاں تک کسی چیز کی صحیح توجیہ نہیں ہوسکتی۔

ہوسکتی تو سائنس وفلسفہ صدیوں تک دماغ لڑا لڑا کر الٰہیات اور مابعد الطبیعات کے باب میں بار بار زیرو پوائنٹ اور مقامِ صفر پر تھک ہار کر واپس نہ آ کھڑے ہوتے۔ ؎

تھک تھک کے ہر مقام پر دو چار رہ گئے　　　تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

دنیا مذہب، سائنس اور فلسفہ کے سنگم پر

آج کا انسان انسانی تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے، صحیح مذہب، سائنس، فلسفہ اور تہذیب و تمدن ایک ایسے سنگِ میل پر پہنچ چکے ہیں، جہاں صدیوں سے قائم اجنبیت و بیگانگی یا نفرت و عداوت کی خلیج بڑی حد تک پاٹی جاچکی ہے، نفس الامری حقائق تک رسائی، کائنات و سلسلۂ موجودات کا آغاز وانجام، اس کی اصلیت کی یافت و دریافت اور انسان کی اس کائنات میں حیثیت وپوزیشن اور انسان کا مقصدِ تخلیق، یہ انسانی فطرت کی گہرائی سے پھوٹنے والے وہ سوالات ہیں، جن سے وقوف وآ گہی کی کوشش، مذہب وفلسفہ دونوں کا میدانِ عمل رہا ہے، مذہب ان سوالات کا جواب اشراق والہام اور غیب سے ربط قائم کرکے نبوت ورسالت کے راستے سے دیتا ہے، جبکہ فلسفہ (اور بہت دفعہ اپنے دائرے سے تجاوز کرکے سائنس بھی) عقل وفکر یا تجربہ ومشاہدہ سے ان سوالات کو حل کرنے میں سرگرداں رہے ہیں۔

آج ہم جس دور میں جی رہے ہیں، یہ ایک طرف فلسفے میں بارکلے اور اس کے ہم خیال متاخر فلاسفروں کے مابعد کا زمانہ ہے، تو دوسری طرف سائنس کے میدان میں اضافیت، کوانٹم، بگ

بینگ، لٹل بینگ اور خلیہ و ڈی این اے پر مشتمل جینیٹک سائنس کے مابعد کا دور ہے۔

سائنس اور روحانیت کا زمانہ

غالبًا ہندو لیڈر نہرو نے ایک دفعہ کہا تھا کہ آج مذہب و سیاست کا نہیں، سائنس و روحانیت کا زمانہ ہے۔ ہاں ایسے مذاہب کا دور تو عرصہ ہوا لد چکا ہے، جس کے حاملین و علمبرداروں نے قرونِ وسطٰی کے یورپ میں حضرت مسیح کے لائے ہوئے دین کو غتر بود کر کے ایک مسخ شدہ مسیحیت کے نام پر (جو کل بھی دقیانوسیت کا شاہکار تھا، آج بھی ہے) صدیوں تک تفتیشی عدالتیں قائم کر کے انسانی فکر و دماغ پر پہرے بٹھائے رکھے، لاکھوں علم و دانش کے سپوت ان کے دقیانوسی مسیحیت سے سمجھوتہ نہ کرنے کی پاداش میں زندگی بھر کے لیے حوالۂ زنداں یا نذرِ آتش ہوتے رہے، یہی حال اسلام کے علاوہ باقی الہامی یا غیر الہامی مذاہب کا بھی ہے۔

نطشے کا خدا مر گیا ہے؟

یورپ اپنے نشاۃِ ثانیہ کے دور میں ایسے مذہب پر لات مار چکا ہے، جرمن فلاسفر نطشے (Nietzshe 1844-1900ء) نے انیسویں صدی میں اس کی موت کا اعلان ان الفاظ میں کیا تھا کہ خدا مر گیا ہے، لیکن ایک برحق مذہب جس کا ترجمان قرآن ہے، جس کو اقبال نے کتابِ زندہ کہا ہے، جس کا بیان کردہ نقشۂ کائنات اور سلسلۂ موجودات کا تخلیقی پلان اپنی ڈیزائننگ اور ڈیزائنر کے ساتھ آج بھی اضافیت، کوانٹم، بگ بینگ اور جینیٹک سائنس کے اپ ٹو ڈیٹ کائناتی ماڈل یا ایڈیشن سے زیادہ ایڈوانس ہے، جو مادہ و محسوس کائنات کی بے ثباتی و بے اعتباری اور روح و روحانیت اور مجردات و لطائف کی بات بار کلے کے مکالمات و ڈائیلاگ سے بھی زیادہ مؤثر اور دلپذیر اسلوب و انداز میں پیش کرتا ہے، یہ مذہب آفاقی فطری مذہب ہے، آج کا مذہب، کل کا مذہب اور مستقبل کا مذہب ہے، یہ سائنس و فلسفہ کے جدید ترین اس ایڈیشن کے مائنڈ و آئیڈیالوجی کو، جس کا نقشہ ہم نے پیچھے پیش کیا ہے، زیادہ عمدہ پیرائے میں مشرق و مغرب کے افراد و اقوام کے سامنے پیش کرنے اور باور کرانے کا مع کچھ شئ زائد حوصلہ و امنگ رکھتا ہے، یہ میرا

مذہب، تیرا مذہب، سب کا مذہب ہے۔

خدا کے بعد انسان بھی مر گیا

آج نطشے کا دور نہیں، نطشے کے خدا سے خالی کردہ اسٹیج پر ڈارونیوں، وجودیوں، ہیومن ازم والوں اور مارکسسٹوں نے انسان کو لا بٹھایا تھا، لیکن یہ مداری بھی تماشہ دکھا کر چلے گئے، آج مابعد جدیدیوں (Post, Modernism) نے ماڈرن ورلڈ کے سامنے یہ نیا بیانیہ پیش کیا ہے کہ خدا کی موت انیسویں صدی کا مسئلہ تھا، اب بیسویں (اور اکیسویں) صدی کا مسئلہ یہ ہے کہ انسان بھی مر گیا ہے۔ [1]

تو یہ ہے جدیدیت کے ڈرامے کا ڈراپ سین۔

پچھلی صدی میں مغربی دانش انڈسٹریل دور کے بعد جس سپر انڈسٹریل دور میں داخل ہونے کے خواب دیکھ رہی تھی، اور دنیا کے ہی جنت بن جانے کے مغالطے کا شکار ہو رہی تھی، وہ سپر انڈسٹریل دور آیا بھی تو کن آفتوں کے ساتھ کہ ایک طرف تو ''گلوبل وارمنگ'' (عالمی گرماؤ) کی تلوار دنیا کے سر پر لٹکی ہوئی ہے، تو دوسری طرف انسان پسِ منظر میں چلا گیا، مشین نے انسان کی جگہ لے لی، اور انسان ترقی معکوس کر کے حیوان بن گیا ہے۔

سائنس و فلسفہ آج قرآن کے قائم کیے ہوئے کائناتی ماڈل کے سنگِ میل اور دہانے پر کھڑے ہیں، اور اس کے بیانات پر دن بدن مہر تصدیق ثبت کرتے جا رہے ہیں، ہاں قرآن کا لایا ہوا مذہب وہ مذہب ہے، جو دنیا کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے مستقبل میں مہدی و مسیح کو بھی زمین پہ اُتار لائے گا۔

اس مسیح کو جس کا نام لیوا پورا مغرب و یورپ ہے، جو جدید فلسفہ و سائنس کی جنم بھومی ہے۔

انسانوں کو ذرا بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارا ہے قرآں

ختم شد

---

[1] ایک پسِ جدید مفکر Vattimo کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

Post modernism would bo understood as the death of man or of humanisn and its faith in human power and transcendence, as well as of god (The end of Modernity)

(بحوالہ: اسلام اور جدیدیت کی کشمکش: از محمد ظفر اقبال، ص ٦٦)

www.idaraghufran.org

بسلسلہ: تاریخی معلومات　　مولانا طارق محمود

ماہِ ذیقعدہ: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۵۱ھ: میں حضرت ابوالفضائل محمد بن علی بن ابراہیم بن عبدالکریم مصری دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الشافعية لابن قاضي الشهبة، ج۳ ص ۶۴)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۵۵ھ: میں حضرت جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن یوسف اربلی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الشافعية لابن قاضي الشهبة، ج۳ ص ۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۵۷ھ: میں حضرت عبداللہ بن احمد بن ناصر عبدالرحمٰن بن محمد بن عباس صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد للفاسي، ج۲ ص ۲۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۵۹ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن احمد بن حسن بن ابی موسیٰ عبداللہ بن عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد للفاسي، ج۱ ص ۴۲)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۶۱ھ: میں حضرت عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن احمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، ج۱ ص ۴۰۲)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۶۴ھ: میں حضرت بہاؤالدین عبدالوہاب بن عبدالولی بن عبدالسلام مراغی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الشافعية لابن قاضي الشهبة، ج۳ ص ۱۰۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۶۶ھ: میں حضرت شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بن ابی بکر انصاری خزرجی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد للفاسي، ج۱ ص ۹۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۶۷ھ: میں حضرت احمد بن رجب بن طیبغا مجد بن شہاب قاہری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، ج۱ ص ۵۷)

□......ماہِ ذیقعدہ ۷۷۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم بن علی بن عبدالملک بن منجا بن علی بن جعفر سلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد للفاسي، ج۱ ص ۱۵۸)

Idara Ghufran

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۷۴ھ: میں حضرت زین الدین ابوحفص عمر بن ابراہیم بن نصر نقمی کنانی صالحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۲۳۴)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۷۶ھ: میں حضرت ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن ہارون بن محمد بن ہارون بن علی ثعلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۸۹)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۷۸ھ: میں حضرت اسماعیل بن خلیفہ بن خلیفہ بن عبدالرحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۴۶۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۸۰ھ: میں حضرت ضیاء بن سعد بن محمد بن عمر فومی عقیقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، ج ۱ ص ۳۰۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۸۱ھ: میں حضرت فخر الدین محمود بن احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبھة ، ج۳ ص ۱۸۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۸۵ھ: میں حضرت عماد الدین یحییٰ بن محمد بن عبداللہ بن فہد قرشی ہاشمی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۳۰۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۹۰ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عمر بن محمد بن عبدالوہاب فرضی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبھة ، ج۳ ص ۱۴۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۹۳ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن حاتم انصاری دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۷۴)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۹۴ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن فخر عبدالرحمٰن بن یوسف دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۲۵۳)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۹۵ھ: میں حضرت محبّ الدین ابوالبرکات محمد بن احمد بن رضی ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طبری مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ، ج ۱ ص ۳۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۸۹۸ھ: میں حضرت عبداللہ بن عمر بن علی بن مجلی بن عبدالحافظ بقاعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۵۰)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار　　امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:23)　　مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابوحنیفہ کے جانشین ووارثین (حصہ دوم)

شیوخ واساتذہ

جیسا کہ یہ بات معلوم ہے کہ امام صاحب کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، ایک روایت کے مطابق صرف کوفہ اوراس کے اطراف میں رہنے والے آپ کے شیوخ واستاذِ حدیث کی تعداد 93 تھی، اوران میں سے اکثر تابعین تھے کہ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب، صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے بلاواسطہ علم حاصل کیا تھا، باقی تحصیلِ حدیث کی خاطر، مکہ ومدینہ کا سفر بھی کیا، جن کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

یہاں اختصار کے ساتھ چند اساطینِ علم وفضل اور کبار تابعین وتبع تابعین کے نام دیے جاتے ہیں کہ جن سے آپ نے علمِ دین حاصل کیا۔

(1)......صحابی رسول عبداللہ بن حارث کی زیارت اوران سے روایت

بچپن میں آپ نے مکہ مکرمہ میں، حج کے دوران ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، اوران سے ایک حدیث سن کراس کو آگے روایت کیا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: میری پیدائش 80ھ میں ہوئی، اور میں نے اپنے والد کے ساتھ سن 96ھ میں حج کیا، اورتب میری عمر سولہ (16) سال تھی، پس جب میں مسجدِ حرام میں داخل ہوا، تو وہاں میں نے ایک حلقۂ درس دیکھا، تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ حلقۂ درس کس کا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کا حلقۂ درس ہے، یہ سن کر میں آگے بڑھا، اوران کو سننے لگا، آپ یہ فرمارہے تھے کہ:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مہمات (اور اس کی کوششوں) کے لئے کافی ہوں گے، اور اس کو وہاں سے رزق عطا کریں گے، جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ [1]

(2)......امام شعبی رحمہ اللہ کی نصیحت پر عمل اور تحصیلِ علم کی طرف رغبت

امام شعبی رحمہ اللہ جو کوفہ کے مشہور فقیہ اور امام تھے، آپ کا پورا نام عامر بن شراحیل حمیری کوفی تھا، ”امام شعبی“ کے لقب سے مشہور تھے۔

یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اول اول آپ کو تحصیلِ علم کی طرف رغبت دلائی تھی، چنانچہ منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ بازار جارہے تھے، ان کا مکان راستہ میں پڑتا تھا، امام شعبی رحمہ اللہ نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالبِ علم ہے، آپ کو بلالیا، اور پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ آپ نے ایک تاجر کا نام لیا، امام شعبی نے پوچھا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے، تم یہ بتاؤ کہ تم کس سے پڑھتے ہو؟ آپ نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ:

”انا قليل الاختلاف اليهم“ ”یعنی میں علماء کی مجلس میں بہت کم آتا جاتا ہوں“

اس پر امام شعبی نے فرمایا کہ:

تم ایسا مت کرو، تم علم اور علماء کی مجلس کو لازمی اختیار کرو، اس لئے کہ میں تم میں فکرِ بیداری اور حرکت دیکھ رہا ہوں۔

یہ نصیحت آپ کے دل کو لگی، اور اب آپ تحصیل علم کے لئے نہایت اہتمام سے متوجہ ہوئے، اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امام شعبی کی بات سے بہت نفع پہنچایا۔ [2]

---

[1] عن محمد بن سماعة ، عن أبي يوسف قال : سمعت أبا حنيفة يقول : حججت مع أبى سنة ست وتسعين ، ولى ستة عشر سنة.......... فتقدم بين يدى ، فجعل يفوح الناس حتى دنا منه ، فسمعته يقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تفقه فى دين الله كفاه الله عز وجل ، ورزقه من حيث لا يحتسب (مسند ابى حنيفة، ج ١ ، ص ٣، رقم الحديث ٣)

[2] چنانچہ امام شعبی کا شمار، آپ کے کبار شیوخ میں ہوتا ہے، ان کی وفات 103 ہجری میں ہوئی۔

الشعبى: 103 - 19 هـ) ولد ونشأ بالكوفة .وهو رواية فقيه، من كبار التابعين .اشتهر بحفظه .كان ضئيل الجسم .أخذ عنه أبو حنيفة وغيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ، ص ٣٥٦، تحت الترجمة: الشعبى)

www.idaraghufran.org

(3)......امام حماد بن سلیمان کے حلقۂ درس میں

ان ہی دنوں ایک عورت نے آپ سے طلاق کا مسئلہ پوچھا، چونکہ آپ کے استاذ حماد بن سلیمان کا حلقۂ درس آپ کے زیادہ قریب تھا، اور ویسے آپ کو اس وقت تک علمِ کلام میں زیادہ تجربہ اور بصیرت حاصل تھی، اس لئے آپ نے خود سے جواب دینے کے بجائے، اس عورت سے کہا کہ تم یہ سوال حماد بن سلیمان سے پوچھ لو، اور ساتھ ہی مجھے بھی بتادینا۔

چنانچہ وہ عورت گئی مسئلہ پوچھ کر جاتے جاتے آپ کو بھی بتادیا۔

اس واقعہ کا آپ کے دل پر بہت اثر ہوا، اور اس کے بعد سے آپ نے علمِ کلام کو خیرآباد کہہ کر فقہ کی تحصیل کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

> میں نے کہا کہ مجھے علمِ کلام کی ضرورت نہیں، اور میں نے اپنا ساز وسامان لیا اور (علمِ فقہ کی تحصیل کی خاطر) حماد کے حلقۂ درس میں جاکر بیٹھ گیا۔

امام حماد بن سلیمان جو کہ کوفہ کے مشہور امام اور استاذِ وقت تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ نے حدیث سنی تھی، اور دوسرے بڑے صحابۂ کرام کے فیض یافتہ بھی تھے، اس وقت کوفہ میں ان ہی کا حلقہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا۔

اس مدرسۂ فکر کی ابتداء حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہوئی تھی، اس کے بعد ان کے شاگرد شریح، علقمہ اور مسروق رحمہم اللہ اس مدرسہ کے نامور ائمہ ہوئے، جن کا شہرہ اس وقت تمام دنیائے اسلام میں تھا، پھر ابراہیم نخعی اور ان کے بعد حماد تک اس کی امامت پہنچی۔ [1]

چنانچہ آپ حماد بن سلیمان رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں باقاعدگی سے حاضری دینے لگے۔

آپ جب ابتداء میں امام حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کے پاس گئے، انہوں نے آپ سے دریافت

---

[1] حماد بن أبی سلیمان مسلم الکوفی: العلامة، الإمام، فقیه العراق، أبو إسماعیل بن مسلم الکوفی، مولی الأشعریین، أصله من أصبهان.روی عن :أنس بن مالک.وتفقه :بإبراهیم النخعی .....وحدث أیضا عن :أبی وائل، وزید بن وهب، وسعید بن المسیب، وعامر الشعبی، وجماعة......وأکبر شیخ له :أنس بن مالک.....روی عنه :تلمیذه؛ الإمام أبو حنیفة، وابنه؛ إسماعیل بن حماد..........(سیر اعلام النبلاء، ج۵، ص ۲۳۱، تحت رقم الترجمة ۹۹)

کیا کہ کس سلسلہ میں یہاں آئے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میں فقہ حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں،اس پر حماد نے فرمایا کہ تم روزانہ تین مسائل سیکھو،اوراس سے زیادہ مت سیکھو۔ [1]

چنانچہ آپ نے استاذِ محترم کا یہ قیمتی مشورہ قبول کیا،اس کے بعد آپ حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں باقاعدگی سے حاضری دینے لگے،ایک نئے طالبِ علم ہونے کی حیثیت سے درس میں پیچھے بیٹھا کرتے تھے،چنانچہ جب حماد نے آپ کا ذوق وشوق اورانہماک کو دیکھا،اورآپ کو اندازہ ہوگیا کہ یہ شخص ان کے حلقۂ درس میں سب سے زیادہ ذہین اورعقلمند ہے،تو آپ نے حکم دیا کہ میرے سامنے صدرِ مجلس میں ابوحنیفہ کے علاوہ اورکوئی نہ بیٹھے۔ [2]

اوراس طرح آپ اپنے شیخ حماد بن سلیمان کی خدمت میں رہ کرفقہی تعلیم حاصل کرتے رہے،اس دوران ایک دومرتبہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ آپ اپنا حلقۂ درس قائم کریں،مگرآپ اس سے یکسوہوکرحماد رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ امام حماد کسی کام کے سلسلے میں کچھ دن کے لئے کوفہ سے بصرہ تشریف لے گئے، چونکہ آپ کے حلقۂ درس اورآپ کے شاگردوں میں امام ابوحنیفہ ایک نمایاں مقام رکھتے تھے،اس لئے امام حماداپنی واپسی تک آپ کواپنی جگہ بٹھا کر چلے گئے،اس دوران آپ کے سامنے کچھ ایسے مسائل بھی آئے کہ جن کے بارے میں آپ نے حماد سے کچھ نہیں سنا تھا،جن کا آپ اپنی ذہانت اورصلاحیت کی بناپران کا جواب دے دیتے اورساتھ ساتھ اسے لکھ بھی لیا کرتے تھے،جن کی تعداد ساٹھ کے قریب تھی،اور جب حماد بصرہ سے واپس تشریف لائے،تو آپ نے یہ مسائل ان کے سامنے پیش کئے،جن میں سے چالیس کے قریب مسائل میں آپ نے امام ابوحنیفہ سے اتفاق کیا، اور باقی میں اختلاف کیا،جس کے متعلق آپ سے منقول ہے:

”اس کے بعد میں نے قسم کھالی کہ حماد کی زندگی تک ان کے حلقۂ درس سے جدا نہیں

---

[1] فقام أبو حنيفة فأتى حمادا فقال له ما جاء بک......ولزم الحلقة حتى فقه فكان الناس يشيرون إليه بالأصابع (أخبار أبى حنيفة وأصحابه لابى عبد الله الصيمرى، ص ٢٠)

[2] فقال :لا يجلس فى صدر الحلقة بحذائى غير أبى حنيفة (سير اعلام النبلاء، ج٦، ص ٣٩٧)

www.idaraghufran.org

ہوں گا، اور اس طرح میں ان کے انتقال تک وہیں رہا“ [1]

امام حماد بن سلیمان کی وفات 120ھ میں ہوئی، اور آپ ان کے انتقال تک ان کے ساتھ رہے، جس کی مدت لگ بھگ 18 سال بنتی ہے۔ [2]

حماد بن ابوسلیمان کی وفات کے بعد کوفہ میں جو علم کا خلا پیدا ہو گیا تھا، اس کو قدرتِ باری تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ پُر فرما دیا تھا، خود ان کی زندگی میں ہی آپ مرجع خلائق تھے، اور حماد بن ابوسلیمان کا اپنے حلقۂ درس میں آپ کو اپنے سامنے اور سب سے آگے بیٹھنے کا حکم دینا، اور اپنے اسفار کے دنوں میں، اپنی مسند پر آپ کو مقرر کر کے جانا، اور ایک موقع پر اپنے بیٹے اسماعیل بن حماد کو اپنی غیر موجودگی میں آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا، اس بات کا ثبوت ہے کہ قدرت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، جس کا چرچہ دور دور تھا۔

(4)...... یزید بن صہیب

آپ کا پورا نام یزید بن صہیب ابوعثمان کوفی ہے، آپ کوفہ کے رہنے والے تھے، بعد میں مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے، آپ حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جابر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابۂ کرام سے روایت کرتے ہیں، اور آپ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ، مسعر بن کدام اور جعفر بن برقان کا نام سرِ فہرست ہے، آپ کا شمار، امام ابوحنیفہ کے کبارِ شیوخ میں ہوتا ہے، تاریخِ وفات میں اختلاف ہے، بعض نے 101ھ سے 110ھ ہجری کے درمیان درمیان، اختلاف کے ساتھ آپ کا سنِ وفات ذکر کیا ہے۔ [3]

(جاری ہے............)

---

[1] قال أبو حنيفة :قدمت البصرة فظننت أني لا أسأل عن شيء إلا أجبت فيه .فسألوني عن أشياء لم يكن عندي فيها جواب فجعلت على نفسي ألا أفارق حمادا حتى يموت فصحبته ثماني عشرة سنة (تاريخ بغداد للخطيب البغدادي، ج١٣، ص ص ٣٣٤)

[2] فصحبته عشر سنين ثم نازعتني نفسي الطلب للرئاسة فأحببت أن أعتزله وأجلس في حلقة لنفسي، فخرجت يوما بالعشي وعزمي أن أفعل فلما دخلت المسجد فرأيته لم تطب نفسي أن اعتزله فجئت وجلست معه، فجاءه في تلك الليلة نعي قرابة له قد مات بالبصرة (تاريخ بغداد للخطيب ، ج١٣، ص ٣٣٤)

[3] يزيد بن صهيب الفقير أبو عثمان الكوفي، حدث عن: ابن عمر، وجابر، وأبي سعيد الخدري ...... وهو من كبار شيوخ أبي حنيفة (سير اعلام النبلاء، ج٥، ص ٢٢٨، تحت الترجمة: يزيد بن صهيب)

يزيد بن صهيب الفقير أبو عثمان الكوفي (الوفاة: ١٠١ ــ ١١٠ه) روى عن: ابن عمر، وأبي سعيد، وجابر بن عبد الله، وعنه: جعفر بن برقان، وأبو حنيفة، ومسعر، وآخرون (تاريخ الاسلام للذهبي، ج٣، ص ١٨٠)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 16) مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشادات

احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق اور سچ بات کو جاری فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سمعتُ رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم -يقول" :إنَّ اللهَ وضعَ الحقَّ على لسانِ عمرَ يقولُ به (ابوداؤد، رقم الحديث ۲۹۶۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر رکھا ہے، جو وہ بولتے ہیں (ابوداؤد)

اس طرح کا مضمون حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ نے درستگی کو رکھا ہوا تھا، اور آپ کی باتیں الہامی ہوتی تھیں، اور اس امتِ محمدیہ میں یہ خاص شرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسی شان کی وجہ سے آپ کے نصائح وارشادات کی بھی بہت اہمیت ہے۔

نیت کا عمل پر اثر

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنهُمَا :مَنْ خَلُصَتْ نِيَّتُهُ

---

[1] قال شعيب الانؤوط: حديث صحيح.

[2] مَا كُنَّا نُبعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۸۸۲۷، مسند احمد، رقم الحديث ۸۳۴، عن ابن مسعود)

قال الهيثمي: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۴۴۲۸)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ (بخارى، رقم الحديث ۳۶۸۹، باب مناقب عمر بن الخطاب أبى حفص القرشى العدوى رضى الله عنه، عن ابى هريرة)

www.idaraghufran.org

كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِغَيْرِ مَا يَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ شَانَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا ظَنُّكَ فِي ثَوَابِ اللّٰهِ فِي عَاجِلِ رِزْقِهِ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِهِ؟ وَالسَّلَامُ (حلية الاولياء، ج ا، ص ۵۰)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ ”جس کی نیت خلوص پر مبنی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان (معاملات کے لئے) کافی ہوجاتے ہیں، اور جو کوئی لوگوں کے لئے ایسا طرزِ اختیار کرے، جو اللہ نے اس کے اندر نہیں رکھا، تو اللہ عزوجل اسے رُسوا فرمادیتے ہیں، پس اے مخاطب! آپ کا کیا خیال ہے، جلد حاصل ہونے والے معمولی رزق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے زیادہ ہیں، والسلام“ (حلیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :مَنْ خَلُصَتْ نِيَّتُهُ وَلَوْ عَلَى نَفْسِهِ؛ كَفَاهُ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ (المجالسة وجواهر العلم، تحت رقم الحديث ۳۵۳۴) [1]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نیت خلوص پر مبنی ہو، اگرچہ اپنی ذات کے معاملہ میں ہی ہو، تو اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان (معاملات کے لئے) کافی ہوجاتے ہیں (جواہر العلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے نیت کے خالص اور صاف ہونے کی اہمیت معلوم ہوئی، کہ جس کی نیت درست ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں کافی ہوتا ہے، لہٰذا مؤمن بندے کو چاہئے کہ اپنی نیت صاف رکھے، اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بدنیتی میں مبتلا نہ ہو، ورنہ اس کا نقصان خود اسی شخص کو ہوگا۔

لوگوں سے بھیک مانگنے اور سوال کرنے کی بُرائی

بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے:

[1] اسنادہ حسن (المجالسة وجواهر العلم، تحت رقم الحديث ۳۵۳۴)

www.idaraghufran.org

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَكْسَبَةٌ فِيهَا بَعْضُ الدَّنِيَّةِ خَيْرٌ مِنْ مَسْأَلَةِ النَّاسِ

(انساب الاشراف، ج ۱۰، صفحہ ۳۴۳، عمر بن الخطاب)[1]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض معمولی (اور ہلکے) کام کے ذریعہ روزی کمانا، لوگوں سے سوال کرنے سے بہتر ہے (انساب)

اسلام میں محنت اور توکل کو پسند کیا گیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں لوگوں سے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی مذمت بیان ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد بھی اسی تعلیم پر مشتمل ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے بہت بہتر یہ ہے کہ محنت مزدوری کر لی جائے۔

ابوخلدہ خالد بن دینار سے روایت ہے کہ:

أَن عمر سمع صَوت سَائل فَقَالَ عشوا السَّائِل ثمَّ تحول إِلَى دَار إبل الصَّدَقَة فَسمع صَوته فَقَالَ ألم آمركُم أَن تعشوا السَّائِل قَالُوا قد فعلنَا قَالَ ائْتُونِي بِهِ فَأتوهُ بِهِ فَإِذا جراب مَمْلُوء خبْزًا فَأخذ عمر الجراب فنثره لإبل الصَّدَقَة وَقَالَ لست بسائل إِنَّمَا أَنْت تَاجر تجمع لأهلك

(الثقات لابن حبان، رقم الروایۃ ۵۵۹۲)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کرنے والے سائل (یعنی بھکاری) کی آواز سُنی، وہ کہہ رہا تھا کہ "بھکاری کو کھانا کھلا دو"، عمر رضی اللہ عنہ زکاۃ کے اونٹوں والے مقام پر تشریف لے گئے، وہاں بھی عمر رضی اللہ عنہ نے سائل (یعنی بھکاری) کی آواز سُنی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ سائل (یعنی بھکاری) کو کھانا دے دو، لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو اسے کھانا دیدیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر سائل (یعنی بھکاری) کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ لوگ اُسے عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آئے، دیکھا تو سائل (یعنی بھکاری) کے پاس

---

[1] قال عبد العزیز بن محمد بن عبد المحسن: إسناده ضعیف، لانقطاعه بین بکر المزنی وعمر، وفیه عمر بن حفص لم یوثقه غیر ابن حبان. وابن الجوزی (محض الثواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، ج ۲، ص ۷۰۶)

www.idaraghufran.org

روٹیوں سے بھری گٹھڑی تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے وہ (روٹیوں کی) گٹھڑی لی، اور زکاۃ کے اونٹوں کے سامنے (روٹیوں کی گٹھڑی) کھول دی، اور بھکاری سے فرمایا کہ تو سائل (یعنی بھکاری) نہیں، بلکہ تاجر ہے، جو اپنے گھر والوں کے لئے (روٹیاں) جمع کرتا ہے (ثقات)

مذکورہ واقعہ میں سائل یعنی بھکاری کیونکہ ضرورت کے مطابق کھانا حاصل کر لینے کے باوجود بھیک مانگ رہا تھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بھکاری کو تنبیہ فرمائی، اور اس سے جمع کی ہوئی روٹیاں لے کر اونٹوں کو ڈال دیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس بھکاری کا کام ہی بھیک مانگنا اور سوال کرنا ہو، وہ مدد کیے جانے کے قابل نہیں، بلکہ تنبیہ کیے جانے کے قابل ہے۔

دین کا کام کرنے والوں کا لوگوں کے مال پر نظر رکھنے کی برائی

معاویہ بن قرہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَقَالَ " :مَا أَنْتُمْ؟ "فَقَالُوا :نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَقَالَ " :بَلْ أَنْتُمُ الْمُتَّكِلُونَ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُتَوَكِّلِينَ؟ رَجُلٌ أَلْقَى حَبَّةً فِي بَطْنِ الْأَرْضِ، ثُمَّ تَوَكَّلَ عَلَى رَبِّهِ "، وَقَوْلُهُ " الْمُتَّكِلُونَ - "يَعْنِي عَلَى أَمْوَالِ النَّاسِ -(شعب الایمان، ج۲، ص ۴۲۹)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے، اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم متوکلین (یعنی اللہ کے بھروسے رہنے والے) ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لوگوں کے مالوں پر بھروسہ کرنے والے ہو۔ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے بھروسے رہنے والے کون لوگ ہوتے ہیں؟ وہ آدمی جو زمین میں دانہ بونے کے بعد اپنے رب پر توکل کرے (بیہقی)

اور حضرت معرور بن سوید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ " :يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ ارْفَعُوا رُءُوسَكُمْ مَا أَوْضَحَ الطَّرِيقَ، فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ، وَلَا تَكُونُوا كَلًّا عَلَى الْمُسْلِمِينَ "

(شعب الایمان، ج ۲، ص ۴۳۰، رقم الحدیث ۱۱۶۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے قراء کی جماعت! اپنے سَروں کو اُٹھاؤ، (دین کا) راستہ کیسا واضح ہے، پس نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو، اور مسلمانوں (کے مالوں) پر انحصار کرکے نہ بیٹھ جاؤ (بیہقی)

مذکورہ روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حقیقی توکل کی نشاندہی فرمائی ہے، کہ توکل تدبیر کو چھوڑنے کا نام نہیں، اور نہ ہی لوگوں کے مال پر نظر رکھنا توکل ہے، بلکہ حقیقی توکل یہ ہے کہ انسان تدبیر کرے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، اور لوگوں کے مال پر نظر نہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی پردہ پوشی کو ظاہر کرنے پر تنبیہ

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا ,أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ :إِنَّ ابْنَةً لِي وُئِدَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ , وَإِنِّي اسْتَخْرَجْتُهَا فَأَسْلَمَتْ ,فَأَصَابَتْ حَدًّا ,فَعَمَدَتْ إِلَى الشَّفْرَةِ فَذَبَحَتْ نَفْسَهَا ,فَأَدْرَكْتُهَا وَقَدْ قَطَعَتْ بَعْضَ أَوْدَاجِهَا فَدَاوَيْتُهَا فَبَرَأَتْ ,ثُمَّ إِنَّهَا نَسَكَتْ فَأَقْبَلَتْ عَلَى الْقُرْآنِ فَهِيَ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأُخْبِرُ مِنْ شَأْنِهَا بِالَّذِي كَانَ ,فَقَالَ لَهُ عُمَرُ :تَعْمَدُ إِلَى سِتْرٍ سَتَرَهُ اللَّهُ فَتَكْشِفُهُ؟ لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ ذَكَرْتَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهَا لَأَجْعَلَنَّكَ نَكَالًا لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ بَلْ أَنْكِحْهَا نِكَاحَ الْعَفِيفَةِ الْمُسْلِمَةِ (مسند الحارث، رقم الرواية ۵۰۷، مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ۱۰۶۹۰) [1]

ترجمہ: ایک آدمی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، اور اس نے عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے، جسے جاہلیت میں زندہ درگور کیا گیا تھا، پھر میں نے اسے نکال لیا، اور اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد اس پر (کسی جرم کی) حد بھی جاری کی گئی،

[1] قال المحقق عبد العزيز بن محمد: وإسناده صحيح إلى الشعبي .لكنه منقطع بين الشعبي وعمر (محض الصواب فی فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، لابن المبرد الحنبلی، ج ۲، ص ۷۰۹)

www.idaraghufran.org

تو اس نے چھری سے خود کو ذبح کرلیا، میں نے جب اسے دیکھا تو اس نے اپنی کچھ رگیں کاٹ لی تھیں، میں نے اس کا علاج کرایا، اور وہ تندرست ہوگئی، پھر اس نے حج بھی کیا، اور قرآن کی طرف متوجہ ہوگئی، اب میری اُس بیٹی کا رشتہ آیا ہوا ہے، تو کیا میں اُن لوگوں کو اس بیٹی کے حالات سے آگاہ کروں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کی بیٹی کی جو پردہ پوشی فرمائی ہے، کیا آپ اس پردہ کو ہٹانا چاہتے ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ نے اپنی بیٹی کی کوئی بات ذکر کی ہے، تو میں آپ کو علاقہ والوں کے سامنے عبرت ناک سخت سزا دوں گا، لہٰذا اپنی بیٹی کا پاک دامن مسلمان بچیوں کی طرح نکاح کرو

(مسند حارث، عبدالرزاق)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مؤمن بندہ یا مؤمن بندی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے، اور وہ اس سے توبہ بھی کرلے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی بھی فرمالی، تو پھر اس مؤمن بندہ یا مؤمن بندی کے ساتھ نیک صالح مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنا چاہیے، اور اسے رُسوا نہیں کرنا چاہیے۔

TOYOTA GENUINE PARTS
حافظ احسن: 0322-4410682
HONDA GENUINE PARTS

اشرف آٹوز

ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور ریپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں

این ای-3956، چکلالہ روڈ
بالمقابل پی ایس او پٹرول پمپ
چاہ سلطان، راولپنڈی
Ph:051-5702727

4318-C
چوک گوالمنڈی، راولپنڈی
Ph:051- 5530500 5530555

ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

محنت سونے (Gold) سے بہتر ہے

پیارے بچو! ایک زمانے میں یورپ کے لوگ جنوبی امریکہ اس لیے جاتے تھے کہ سونے اور چاندی کی کانیں کھودنے میں اپنی قسمت آزمائی کریں۔ یہی ہوس اسپین کے ایک آدمی کو لگی۔

پہلے تو اپنے بڑے بھائی کو اپنا منصوبہ بیان کیا۔اور کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔جو دولت ملے گی باہم آدھی آدھی بانٹ لیں گے۔بڑا بھائی نہایت قناعت پسند (یعنی جو مل جائے اس پر راضی ہونے والا) اور دور اندیش تھا۔اس نے اس بات کے تمام اچھے اور برے پہلوؤں کو سمجھ کر کہا کہ اس راستے میں کامیابی کی امید کم ہے۔لیکن چھوٹے بھائی پر جب اپنی نصیحت کا کچھ اثر نہ دیکھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ سفر کرنے کو تیار ہو گیا۔اور کہا کہ میں دولت میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہتا لیکن کچھ مال واسباب اور چند نوکر ساتھ لے جانے کی مجھے اجازت دو۔اس نے یہ بات مان لی۔اور جب اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ بڑا بھائی ساتھ چلے گا تو سارا سامان بیچ کر ایک جہاز خریدا۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو چند اور دولت کے پجاری بھی جو اسی طرح مال و دولت کے حریص تھے،اس کے ہمسفر بنے۔بڑا بھائی بھی تمام کاشتکاری کے آلات اور غلہ اور ترکاریوں کے بیج جو بوریوں میں بند تھے لایا اور اپنے چند ملازموں سمیت اس کے جہاز پر جا کر سوار ہو گیا۔اگرچہ اس فضول اور بے کار سامان کا لے جانا چھوٹے بھائی کو فضول نظر آرہا تھا،مگر اس اقرار کی وجہ سے جو پہلے ہو چکا تھا انکار مناسب نہ سمجھا۔اب جہاز روانہ ہوا اور ہوا بھی ایسی مناسب چلی کہ جہاز بغیر کسی حادثہ کے اس بندرگاہ پر جا لگا جہاں کا ارادہ کیا تھا۔سب مسافر خیر وعافیت سے خشکی پر اترے۔بڑے بھائی نے اپنے آلات اور نوکروں کو لیا اور سمندر کے کنارے ایک عمدہ زمین کے ٹکڑے پر ٹھہر گیا۔اور چھوٹے بھائی سے کہا کہ دیکھو میں یہاں رہنے آیا ہوں اور نہ ہی دولت کی لالچ مجھ کو یہاں لائی ہے۔بلکہ صرف تمہارا ساتھ دینے آیا ہوں۔جب تم سونا لے کر آؤ گے میں تمہارے ساتھ واپس گھر چلا جاؤں گا۔سونے کے شوقین لوگوں نے کان کھودنے والے مزدور اور نوکر لیے سارا ضروری سامان

لے کراس طرف کارخ کیا جہاں سونا تھا۔سفر کے دوران چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی سمجھ پر افسوس کر کے کہنے لگا کہ بھائی صاحب نے بھیڑیں اور بیل خریدے ہیں اورانجان جگہ آ کر کاشتکاری میں لگ گئے ہیں۔ہم تو اپنا قیمتی وقت یوں ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔اگر قسمت نے ساتھ دیا تو اتنا سونا لیں گے کہ کئی نسلوں تک کے لیے کافی ہوگا۔سب دوستوں نے اس کی سمجھ اور ہمت کی داد دی۔لیکن ایک بوڑھے آدمی نے کہا کہ جناب تمہارا بھائی ایسا نہیں ہے جیسا تم سوچتے ہو وہ انجام سوچنے والا عقل مند آدمی ہے۔

یہ قافلہ دریاؤں کو پار کرتا، سخت بارش اور دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا ہوا سونے کی کان پہنچ ہی گیا۔اس کامیابی نے اتنا خوش کیا کہ جتنی تکلیفیں اٹھائیں تھیں سب بھول گئیں۔کافی عرصے تک کان کھودتے رہے لیکن کھانا کم تھا۔اس لیے خوراک میں کمی کرنا پڑی۔لیکن جب غلہ اور کھانا ختم ہو گیا تو بھی ان لوگوں نے دولت کی خوشی میں ہمت نہ ہاری اور جنگل کی جڑی بوٹیاں اور پتے کھا کر جتنا سونا جمع کیا تھا لے کر بندرگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔لیکن بھوک کی شدت سے کچھ دوست راستے میں ہی مر گئے۔اس عرصے میں بڑے بھائی نے اپنے نوکروں کے ساتھ مل کر اس جگہ کو باغ بنا دیا اور وہ زمین کھیتی سے لہلہانے لگی۔بھیڑوں نے اتنے بچے دیئے کہ ریوڑ تیار ہو گیا۔دودھ، مکھن اور پنیر کی کچھ کمی نہ رہی۔

جب چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس اپنے دوستوں سمیت پہنچا تو اس کی اور اس کے دوستوں کی بھوک کی وجہ سے حالت بہت نازک تھی۔دو دن سے کچھ کھایا نہ تھا۔پہلی بات جو اس نے کہی وہ کھانے کا سوال تھا۔بڑے بھائی کو ان کے واپس آنے کی خوشی تو ہوئی اور ان کو مبارک باد بھی دی۔مگر کھانے کا سن کر انہیں ایسا روکھا جواب دیا جو رشتہ داری تو درکنار انسانیت سے بھی کوسوں دور تھا۔اس نے کہا کہ دیکھو بھائیو! جب تمہاری دولت سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں تو میری کمائی سے تم کو کیا کرنا؟ جو کھانا میں نے دن رات کی محنت سے تیار کیا ہے اسے تمہیں کیوں دوں؟ اگر تمہیں اتنی ہی ضرورت ہے تو سونا دو اور کھانا لے لو۔اس بے رحمانہ سلوک اور برے رویئے پر انہیں بہت غصہ آیا مگر بھوک کی وجہ سے کچھ کر نہ پائے۔نہ چاہتے ہوئے بھی سونے کی ڈلیاں دے کر کھانا لیا اور اپنی جان بچائی۔اسی طرح ہر روز سونے کے بدلے کھانا خریدتے رہے اور کھاتے رہے یہاں تک

کہ سارا سونا ختم ہوگیا۔ جب بڑے بھائی کو پتہ چلا کہ ان کا کھانا ختم ہوگیا ہے تو ان سے کہا کہ آج کل موسم ٹھیک ہے اور ہوا بھی صحیح چل رہی ہے بہتر ہے کہ تم اپنا بوریا بستر باندھو اور گھر کی طرف روانہ ہو اور اپنے گھر والوں کی خبر لو۔

چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ جو کچھ محنت اور تکلیفیں اٹھا کر ہم نے کمایا وہ سب کا سب تو آپ کو دے دیا۔ اب خالی ہاتھ کیا جائیں۔ اور گھر والوں کو کیا منہ دکھائیں۔ اور تم جیسے پتھر دل آدمی کے ساتھ جانے سے تو یہیں مرجانا بہتر ہے۔ یہ غم سے بھری اور مایوسانہ باتیں سن کر بڑا بھائی اٹھا اور سارا سونا لا کر چھوٹے بھائی اور اس کے ساتھیوں کو دے دیا اور کہا کہ لو تمہاری دولت تم کو ہی مبارک ہو مجھے تمہاری دولت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جو بے مروتی اور برا سلوک میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ اس لیے تھا کہ تم اپنی غلطی جان لو اور ہمیشہ اس نصیحت کو یاد رکھو کہ محنت سونے سے بہتر ہے۔ آخر کار سب لوگ خوشی خوشی اپنے گھر لوٹے۔ چھوٹے بھائی نے گھر پہنچ کر چاہا کہ سونے کا آدھا حصہ اپنے بڑے بھائی کو دے دے مگر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ محنت سونے سے بہتر ہے۔

بزمِ خواتین

مفتی طلحہ مدثر

عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب (قسط5)

عرب معاشرے میں عورت کا مقام ومرتبہ

معزز خواتین! گزشتہ اقساط میں عجمی معاشروں میں سے بعض معاشروں کے احوال کا کچھ ذکر کیا گیا تھا، درج ذیل سطور میں عرب معاشرے کا کچھ تذکرہ کیا جاتا تھا۔

عرب معاشرہ بھی عجمی معاشرے کی طرح عورت کو قدر ومنزلت دینے کے حوالے سے کسی طرح تہذیب یافتہ کہلائے جانے کا مستحق نہیں تھا بلکہ عورتوں کے ساتھ بعض چیزوں میں ناروا سلوک کے اختیار کرنے میں وہ عجمی معاشرے سے بھی دو قدم آگے تھا۔

بیٹیوں کو ناپسند سمجھنا

چنانچہ عرب معاشرے میں بیٹی پیدا ہو جانے کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھا، جس شخص کے گھر بیٹی پیدا ہو جائے وہ انتہائی نادم اور شرمندہ ہوتا اور لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا تھا، اور اس ناپسندیدگی کی کئی وجوہات اور اسباب تھے، ایک وجہ یہ تھی کہ عرب معاشرے میں لڑائی جھگڑا اور جنگ وجدال عام تھا، چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں پر قبیلوں کے قبیلے تہ تیغ کر دیے جاتے تھے اور لڑائیوں میں زیادہ تر مرد ہی شریک ہوتے تھے اس لیے جنگ میں بہادری دکھانے اور غیر معمولی کارنامہ انجام دینے کے باعث ان لوگوں کا نام دسیوں سالوں تک موضوعِ سخن رہتا تھا، اور اشخاص کی نام آوری سے خاندانوں اور قبیلوں کی بھی شہرت اور دھاک بیٹھتی تھی جس کو عرب معاشرے میں باعث فخر سمجھا جاتا تھا جبکہ عورت یا لڑکی کی وجہ سے اس طرح کی شہرت ملنا تقریباً ناممکن تھا، اسی طرح تجارت وغیرہ کے حوالے سے بھی خواتین کو اتنی آزادی نہیں تھی کہ وہ خود سے اس کے لیے سفر واسفار کرتی پھریں بلکہ تجارت کے فروغ کے لیے تاجر خواتین کو بھی بالآخر مردوں کا ہی سہارا لینا پڑتا تھا لہٰذا باپ کی

شہرت اور مال کے اضافہ میں خواتین کا کردار مردوں کے مقابلے میں انتہائی کم تر تھا، اس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی چیزیں تھیں جس بناء پر عرب معاشرے میں بیٹی کی پیدائش اور اس کے وجود کو ناپسندیدگی سے دیکھا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بھی عرب معاشرے کی اس سوچ کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنے لیے بیٹیوں کو ناپسند سمجھتے تھے اور فرشتوں کے بارے میں یہ عقیدہ گھڑا ہوا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ تم خود تو بیٹیوں کے پیدا ہونے کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے بلکہ انتہائی معیوب سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ (سورة النحل، رقم الآية ٦٢)

ترجمہ: اور یہ اللہ کے لیے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جسے خود (اپنے لیے) ناپسند سمجھتے ہیں (نحل)

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ (سورة النحل، رقم الآية ٥٧)

ترجمہ: اور یہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور وہ ان سے پاک ہے اور ان (لوگوں کے لیے) وہ (یعنی بیٹے) ہیں جو ان کو بہت پسند ہیں (نحل)

متعدد کتب تفسیر میں یہ منقول ہے کہ مذکورہ آیت بنوخزاعہ اور بنوکنانہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

اور سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ (سورة زخرف، رقم الآية١٦ الى ١٩)

Idara Ghufran

ترجمہ: کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے (اپنے لیے) بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کردیا، اور جب ان میں سے کسی ایک کو اس کی خوشخبری دی جاتی ہے جسے اس نے رحمٰن کے لیے تجویز کیا تھا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے، کیا (اللہ نے اپنے لیے ایسی اولاد پیدا کی ہے) جو زیوروں میں نشو ونما پاتی ہے اور بحث مباحثہ میں اپنی بات کھل کر بھی نہیں کہہ سکتی؟، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں قرار دے دیا ہے، کیا یہ لوگ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے، ان کا یہ دعوی لکھ لیا جائے گا اور ان سے بازپرس ہوگی (زخرف)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ عرب معاشرے میں بیٹیاں اور لڑکیاں بہت حقیر حیثیت رکھتی تھیں، حتیٰ کہ بعض قبائل میں بچوں کے زندہ درگور کرنے کے واقعات بھی عام تھے، اور یہ بات ان کے معاشرے کی عورت ذات کی قدرومنزلت سے متعلق پست ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔

(جاری ہے......)

051-4455301
051-4455302

Sweet Palace

سویٹ پیلس

SWEET PALACE

Satellite Town plaza, 4th B Road,
Commercial Market, Satellite Town,
Rawalpindi. (Pakistan)

آلاتِ موسیقی کا استعمال، اور رات کو لہو ولعب کی حالت میں سونے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يُمْسَخُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ ، قِيلَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَيَشْهَدُونَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَيَصُومُونَ؟ قَالَ :نَعَمْ ، قِيلَ :فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ :يَتَّخِذُونَ الْمَعَازِفَ وَالْقَيْنَاتِ وَالدُّفُوفَ، وَيَشْرَبُونَ الْأَشْرِبَةَ، فَبَاتُوا عَلٰى شُرْبِهِمْ وَلَهْوِهِمْ، فَأَصْبَحُوا قَدْ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ (حلية الأولياء)

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل سے مسخ کر دیا جائے گا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ اللہ کی توحید اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں گے، اور روزے رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اُن کے کیا اعمال ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اختیار کریں گے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) رکھیں گے، اور ڈھول، اور دَف رکھیں گے، اور شرابیں پییں گے، تو وہ شراب پی کر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے، پھر اس حال میں صبح کریں گے کہ ان کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کر دیا گیا ہوگا (حلیۃ الاولیاء، حدیث 8)

معلوم ہوا کہ آلاتِ موسیقی کا استعمال، اور رات کو لہو ولعب کی حالت میں گزارنا انتہائی قبیح عمل ہے۔

Savour Foods®
● RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8,Fax: 5531923
● ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9
● Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640
● Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021
● Melody Food Park
Tel:2873300
www.savourfoods.com.pk

قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت اور سورہ بقرہ کی خاص فضیلت

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کو پڑھا کرو، کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کو، کیونکہ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے کہ دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گی (یعنی ان کے حق میں حجت بن کر آئیں گی)، سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور جادوگر اس کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (مسلم، حدیث804)

فائدہ: قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت باعثِ برکت اور دنیا و آخرت میں نجات کا سبب ہے، خاص طور پر سورہ بقرہ کی تلاوت کہ جس کی تلاوت کرنے والا، سحر و آسیب سے محفوظ رہتا ہے، اور گھر و دوکان میں خیر و برکت کا باعث بنتی ہے۔

اگر مکمل سورت کی تلاوت کرلی جائے، تو بہت ہی اچھا، اور اگر تھوڑا تھوڑا کر کے بھی پڑھ لیا جائے، تب بھی ان شاء اللہ مذکورہ فضیلت اور فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ہر حالت میں حاکم کی اطاعت کا حکم

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ: میرے بعد ایسے مقتداء (وپیشوا) ہوں گے، جو میری ہدایت سے راہنمائی حاصل نہ کریں گے، اور نہ میری سنت کو اپنائیں گے، اور عنقریب ان میں ایسے لوگ کھڑے ہوں گے کہ ان کے دل انسانی جسموں میں شیطان کے دل ہوں گے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ زمانہ پاؤں، تو میں کیسے (ان شریر لوگوں سے اپنا بچاؤ) کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے امیر (یعنی حاکم و حکمران) کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا، اگرچہ آپ کو کوڑوں سے پیٹا جائے، اور آپ کا مال بھی غصب کرلیا جائے، (مگر آپ) پھر بھی (اپنے امیر و حاکم کی) بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا (مسلم، حدیث 1847)

یعنی قربِ قیامت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو بظاہر تو لوگوں کے امام ومقتدا اور پیشوا ہوں گے، مگر ان کے دل شر سے بھرپور ہوں گے، اور یہ لوگ حاکم وامیر کے خلاف بغاوت کریں، اور لوگوں کو ان کی نافرمانی پر مختلف طریقوں سے (اور کبھی دین ومذہب کا لبادہ اوڑھ کر) اکسائیں گے، ایسی حالت میں ان لوگوں کی اطاعت سے بچنے اور حاکم وامیر کی اطاعت کرنے کا نبوی حکم ہے، اور دین واسلام کے نام پر ان لوگوں کی باتوں میں آکر، حکمرانوں کے خلاف، علمِ بغاوت بلند کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ حاکم یا حکمران حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS

15 سالہ گارنٹی

051-5517039
0300-8559001

نذیر سنز

Cannon not selling a mattress but a good night sleep

418۔خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

قیامت سے پہلے قرآن کے سمجھنے والے کم ہوں گی اور قتل وغارت عام ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَيَأْتِيْ عَلٰى أُمَّتِيْ زَمَانٌ تَكْثُرُ فِيْهِ الْقُرَّاءُ، وَتَقِلُّ الْفُقَهَاءُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا: وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ رِجَالٌ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ زَمَانٌ يُجَادِلُ الْمُنَافِقُ الْكَافِرُ الْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ الْمُؤْمِنَ بِمِثْلِ مَا يَقُوْلُ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا، جس میں ''قرّاء'' (یعنی قرآن کی قرائت کرنے والے تعداد میں) بہت ہوں گے، مگر ''فقہاء'' (یعنی شرعی احکام کی سمجھ رکھنے والے تعداد میں) کم ہوں گے، اور علم کا قحط ہوجائے گا، اور ہرج کی کثرت ہوجائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہوگا؟ فرمایا کہ آپس میں قتل وقتال کرنا، پھر اس کے بعد ایک اور زمانہ آئے گا، جس میں میری امت کے ایسے لوگ قرآن پڑھیں گے، جن کے حلق سے نیچے قرآن نہیں اُترے گا، پھر ایک اور زمانہ آئے گا جس میں منافق، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا کافر شخص، ایمان والے شخص سے جھگڑا کرے گا (مستدرک حاکم 8412)

حدیث میں مذکور علامات، تقریباً اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں، اس لیے از خود بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریز، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، کچن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔ فون: 051-4906381, 0321-5365458

اچھائی اور برائی کا بدلہ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً، يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ، لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا(مسلم، رقم الحديث 2808)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ کسی مومن سے ایک نیکی کا بھی ظلم نہیں کرے گا، دنیا میں اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا، اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے جو وہ اچھا عمل اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لئے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا اور آخرت دونوں میں دیا جاتا ہے، اور یہ اعمال بعض دفعہ مال واولاد وغیرہ میں وسعت و برکت کی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، اور بعض دفعہ برائی کا بدلہ بھی دنیا میں ملتا ہے، لیکن کافر جو اچھے کام کرتا ہے، اس کا بدلہ اس کو دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، جبکہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رکھا جاتا ہے، بلکہ اس کو کفر پر اصرار کی وجہ سے وہاں عذاب دیا جائے گا، اس لیے کے بغیر ایمان کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رزق میں برکت کا ذریعہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ .وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ.

ترجمہ: پھر جس نے عمل کیا ذرہ برابر بھی خیر کا، وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے عمل کیا ذرہ برابر بھی شر کا، وہ بھی اسے دیکھ لے گا (سورہ زلزال، آیت 7،8)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَاتِهٖ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ (مسلم، رقم الحديث 2808)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کوئی اچھا عمل کرتا ہے، تو اس کی بناء پر اس کو دنیا سے ہی کچھ کھلا دیا جاتا ہے، اور مومن کے لئے اللہ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لئے ذخیرہ کرتا رہتا ہے، اور دنیا میں اپنی اطاعت پر اسے رزق عطا کرتا ہے۔

یعنی خیر اور شر کے عمل کو ہر انسان دیکھے گا، خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہو، البتہ اچھے عمل کا نتیجہ کافر صرف دنیا میں دیکھے گا، اور آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا، جب کہ مومن کو اس کا بدلہ واجر آخرت میں اور بعض دفعہ انعام واکرام کے طور پر دنیا میں بھی دیا جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری، رزق ومال میں وسعت وبرکت کا ذریعہ ہے۔

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِیْہِ قُبِضَ، وَفِیْہِ النَّفْخَةُ، وَفِیْہِ الصَّعْقَةُ، فَأَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِیْہِ (ابو داوٗد، رقم الحدیث 1047)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن اِن کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن (قیامت قائم ہونے کے لئے) صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، پس تم اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن، ہفتہ بھر کے دوسرے دنوں سے افضل ہے، اور اس دن بڑے بڑے اہم کام، اللہ ربُّ العزت کی طرف سے انجام دیئے گئے، اور آئندہ بھی انجام دیئے جائیں گے، ان گوناگوں خصوصیات وصفات کی وجہ سے جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، اور جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود پڑھا جاتا ہے، وہ دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ قبولیت کے ساتھ، انسان کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے، اس لیے اس دن میں درود شریف کی کثرت، اس دن کے کسی بھی وقت میں کرلی جائے، تو مذکورہ فضیلت حاصل ہوسکتی ہیں۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

کھانے کی ابتداء وانتہاء نمک پر کرنے کی تحقیق (قسط2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

الفردوس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث منقول ہے، جس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

''جس نے کسی بھی چیز (کے کھانے) سے پہلے اور کسی بھی چیز (کے کھانے) کے بعد نمک کھایا، تو اللہ اس سے تین سوتیس (330) قسم کی بیماریاں دور کردے گا، جن میں سے ہلکی بیماری کوڑھ پن ہے''۔ [1]

لیکن ''دیلمی'' کے مطبوعہ دستیاب نسخہ میں مذکورہ حدیث کی سند مذکور نہیں، اس لیے اس کی تصدیق کرنا بھی مشکل ہے۔

البتہ ابوالحسین مبارک بن عبدالجبار صیرفی طیوری (المتوفیٰ 500 ہجری) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ایک طویل حدیث میں درجِ ذیل مضمون روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ''جرجیر'' (یعنی لوبیا قسم کی ترکاری) کو عشاء کے بعد کھایا، پھر اس حالت میں رات گزاری، تو کوڑھ پن اس کی ناک میں منازعت کرے گا۔ (اور یہ بھی فرمایا کہ) جس نے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد نمک کھایا، تو وہ تین سو ساٹھ قسم کی بیماریوں سے محفوظ ہوجائے گا، جن میں سے ہلکی بیماری کوڑھ پن اور برص ہے (اور بھی اس قسم کی کئی چیزوں کا ذکر ہے) (الطیوریات) [2]

---

[1] عائشة من أكل الملح قبل كل شيء وبعد كل شيء دفع الله عنه ثلثمائة وثلاثين نوعا من البلاء أهونها الجذام((الفردوس بماثور الخطاب لابی شجاع شیرویه الديلمى، المتوفىٰ ٥٠٩ هجرى، رقم الحديث ٥٨٤٥،بَاب الْمِيم)

[2] أخبرنا أبو منصور محمد بن محمد بن عثمان السواق، أخبرنا أبو القاسم إبراهيم بن أحمد بن جعفر الخرقی ، حدثنا عبد الله بن محمد بن علی بن نفيره، حدثنی أبو الطيب الصياد محمد بن إسحاق الخزاعی، حدثنا علی بن حسين، حدثنا موسى ابن إبراهيم ، عن هشام بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اس روایت کی سند اور متن میں سخت نکارت اور ضعف پایا جاتا ہے۔
چنانچہ مذکورہ روایت میں ایک راوی ’’موسیٰ بن ابراہیم‘‘ بھی ہیں، جن کے بارے میں بعض اہلِ علم حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ ’’ابوعمران مروزی‘‘ ہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم.من أكل الجرجير بعد العشاء الآخرة فبات عليه نازعه الجذام فى أنفه.ومن أكل الكراث وبات عليه فنكهته منتنة وبات آمنا من البواسير، واعتزلته الملكان حتى يصبح، ومن أكل الكرفس بات ونكهته طيبة وبات آمنا من وجع الأضراس والأسنان، ومن أكل الهندباء بات ولم يحك فيه سم ولا سحر، ولم يقربه شيء من الدواب حية ولا عقرب

ومن أكل بقلة الجنة أمر الله الملائكة يكتبون له الحسنات، ومن أكل السذاب بات آمنا من ذات الجنب والدبيلة، ومن أكل الفجل بات آمنا من البشم، ومن أكل البقلة الخبيثة فلا يقرب مسجدنا هذا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى، ومن أكل الدباء بالعدس رق عند ذكر الله عز وجل، وزاد فى دماغه، ومن أكل فولة بقشرها نزع الله منه من الداء مثلها.

ومن أكل الملح قبل الطعام وبعد الطعام فقد أمن من ثلاثمائة وستين نوعا من الداء أهونها الجذام والبرص(الطيوريات،من أصول : المبارك بن عبد الجبار الصيرفى الطيورى ،انتخاب: صدر الدين، لأحمد بن محمد الأصبهاني، ج٣ص١٢٢٨، رقم الحديث ١١٥٠)

۱ قال المحقق :دسمان يحيى معالى، عباس صخر الحسن:

أبو منصور محمد بن محمد بن عثمان السواق :البندار يعرف بابن السواق، وثقه الخطيب، مات سنة أربعين وأربعمائة .تاريخ بغداد:3/235.

أبو القاسم إبراهيم بن أحمد بن جعفر الخرقى :بن موسى، وقيل أبو إسحاق المقرء، وثقه العتيقى ومحمد بن العباس ابن فرات والخطيب، مات سنة أربع وسبعين وثلاثمائة .تاريخ بغداد.6/17 :

موسى بن إبراهيم :لعله أبو عمران المروزى، روى عن ابن لهيعة وغيره، كذبه يحيى بن معين . وقال العقيلى :منكر الحديث، لا يتابع على حديثه .وقال ابن عدى :شيخ مجهول حدث بالمناكير عن الثقات وغيرهم، وهو بين الضعف .وتركه الدارقطنى .الكامل 6/348 :تاريخ بغداد13/38 :، لسان الميزان6/111 :، الكشف الحثيث.0/262 :

ضعيف جدا، فى إسناده عبد الله بن محمد بن على بن نفيرة وأبو الطيب محمد بن إسحاق الخزاعى لم أقف على ترجمتهما، وعلى بن الحسين لم أميزه، وموسى بن إبراهيم متروك الحديث......الفقرة الأخيرة :ذكرها الديلمى فى مسند الفردوس 3/89 :عن عائشة بدون إسناد.

وأخرجها ابن الجوزى فى الموضوعات 1/289 :، من طريق أبى القاسم عبد الله بن أحمد بن عامر، عن أبيه، عن على ابن موسى الرضا، عن أبى موسى بن جعفر، عن أبى جعفر بن محمد، عن أبى محمد بن على، عن أبى على بن الحسين،عن أبى الحسين بن على، عن أبى على بن أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوران کومتعدد محدثین نے ''کذاب''اور''متروک''وغیرہ قرار دیا ہے۔ ۱؎
یہی وجہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے مذکورہ حدیث کوموضوعات میں شمار کیا ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طالب مرفوعا .بلفظ)(یا علی علیک بالملح فإنه شفاء من سبعین داء ، الجذام والبرص والجنون) . وأقره السیوطی فی اللالی المصنوعة2/211 :، وابن عراق فی تنزیه الشریعة : 2/243، فی هذا الإسناد .وقال ابن الجوزی :هذا حدیث لا یصح عن رسول الله -صلی الله علیه وسلم -والمتهم به عبد الرحمن بن أحمد بن عامر أو أبوه، فإنهما یرویان نسخة عن أهل البیت کلها باطلة .وقال الذهبی فی الترتیب0/210 :، عبد الله بن أحمد کذاب وضعه فی تلک النسخة علی أهل البیت، وأقره الشوکانی فی الفوائد 0/152 :رقم (22).
وعند ابن منده فی "أخبار الأصبهان "من حدیث سعد بن معاذ مرفوعا) :(استفتحوا طعامکم بالملح فوالذی نفسی بیده إنه لیر ثلاثا وسبعین من البلاء أو قال من الداء ().
وقال ابن عراق :هو من طریق إبراهیم بن جیان بن حکیم، فلا یصلح شاهد، قال ابن عدی : أحادیثه موضوعة .وقال المعلمی :وحدیث ابن مندة :فیه إبراهیم بن جیان وهو کذاب.
وتعقب السیوطی ابن الجوزی بأن عند البیهقی فی شعب الإیمان رقم (5952)) عن علی موقوفا.وقال ابن عراق :وأثر علی ضعیف .فی سنده جویبر، وعنه عیسی بن الأشعث مجهول، والله أعلم .وقال المعلمی :حدیث علی موقوف فیه، عیسی بن الأشعث :مجهول، عن جویبر ضعیف جدا.
قلت :فالحدیث موضوع مرفوعا، ومنکر جدا موقوفا علی علی بن أبی طالب -رضی الله عنه - والله أعلم .ینظر میزان الاعتدال 1/28:، المنار المنیف 0/55 :، المصنوع 0/742 :، کشف الخفاء 1/556-557 :، والفوائد المجموعة (ص 152، رقم 22)(حاشیة الطیوریات، ج۳ص۱۲۲۸)

۱؎ "موسی "بن إبراهیم أبو عمران المروزی عن ابن لهیعة کذبه یحیی قال الدارقطنی وغیره متروک فمن بلایاه(لسان المیزان،لا بن حجر العسقلانی، ج۶،ص ۱۱۱،من اسمه موسی، تحت رقم الترجمة: ۳۸۵)
موسی بن إبراهیم أبو عمران المروزی حدث عن ابن لهیعة قال یحیی کذاب وقال الدارقطنی متروک وقال ابن حبان کان مغفلا یلقن فیتلقن فاستحق الترک(الضعفاء والمتروکون،لعبد الرحمن الجوزی، ج۳،ص ۱۴۴، تحت رقم الترجمة: ۳۴۴۰)
۲؎ الطیوری فی (الطیوریات) : أخبرنا أبو منصور محمد بن محمد بن عثمان السواق أخبرنا أبو القاسم إبراهیم بن أحمد بن جعفر (الخرقی) حدثنا عبد الله بن محمد بن علی بن نفیرة حدثنی أبو الطیب الصیّاد محمد بن إسحاق الخزاعی حدثنا علی بن الحسین حدثنا موسی بن إبراهیم عن هشام بن عروة عن أبیه عن عائشة مرفوعاً :(من أکل الجرجیر بعد عشاء الآخرة فبات علیه نازعه الجذام فی أنفه.
ومن أکل الکرّاث وبات علیه فنکهته منتنة، وبات آمناً مِن البواسیر واعتزله الملکان حتی یصبح.
ومن أکل الکرفس بات ونکهته طیبة، وبات آمناً مِن وجع الأضراس والأسنان.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے ''قاسم طیوری'' کے حوالہ سے مذکورہ روایت میں ''موسیٰ بن ابراہیم'' کے بجائے ''محمد بن موسیٰ بن ابراہیم'' ہونا نقل کیا ہے، لیکن خود قاسم طیوری کی ''الطیوریات'' میں ''موسیٰ بن ابراہیم'' مذکور ہیں، اور ہمارے نزدیک یہی نام راجح ہے۔ [1]

مذکورہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر بظاہر مذکورہ حدیث کی سند بھی شدید ضعف سے خالی معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث

بعض اہلِ علم حضرات مثلاً علامہ سیوطی وغیرہ نے ابنِ مندہ کی اخبارِ اصبہان کے حوالہ سے، حضرت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن أكل الهندباء بات ولم يَحِكْ فيه سمّ ولا سحرٌ، ولم يقربه شيء مِن الدوابّ حية ولا عقرب.

ومن أكل بقلة الجنّة أمر اللهُ الملائكة يكتبون له الحسنات.

ومن أكل السَّذاب بات آمنًا مِن ذات الجنب والدبيلة .

ومن أكل الفجل بات آمناً من البَشَم .

ومن أكل البقلة الخبيثة فلا يقربنَّ مسجدنا هذا فإنّ الملائكة تتأذى مِمّا نتأذى .

ومن أكل الدبّاء بالعدس رقّ عند ذِكر الله وزاد في دماغه.

ومن أكل فولة بقشرها نزع اللهُ منه مِن الداء مثلها .

ومن أكل الملح قبل الطعام وبعد الطعام فقد أمن مِن ثلاثمائة وستين نوعاً مِن الداء أهونها الجذام والبرص(الزيادات على الموضوعات، ويسمى ذيل الآلء المصنوعة،لجلال الدين عبد الرحمن السيوطي، ج ٢، ص ٥٦٤، كتاب الأطعمة، تحت رقم الترجمة: ٦٨٣)

[1] (حديث) من أكل الجرجير بعد عشاء الآخرة فبات عليه نازعه الجذام في أنفه، ومن أكل الكراث وبات عليه فنكهته منتنة، وبات آمنا من البواسير واعتزله الملكان حتى يصبح، ومن أكل الكرفس بات ونكهته طيبة، وبات آمنا من وجع الأضراس والأسنان، ومن أكل الهندبا بات ولم يحك فيه سم ولا سحر ولم يقربه شيء من الدواب حية ولا عقرب.

ومن أكل بقلة الجنة أمر الله الملائكة يكتبون له الحسنات ومن أكل السذاب بات آمنا من ذات الجنب والدبيلة ومن أكل الفجل بات آمنا من البشم ومن أكل البقلة الخبيثة فلا يقربن مسجدنا هذا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم ومن أكل الدباء بالعدس رق عند ذكر الله وزاد في دماغه ومن أكل فولة بقشرها نزع الله منه من الداء مثلها ومن أكل الملح قبل الطعام وبعد الطعام فقد أمن من ثلثمائة وستين نوعا من الدواء، أهونها الجذام والبرص (القاسم الطيوري) في الطيوريات، من حديث عائشة (قلت) لم يبين علته وفيه محمد بن موسى بن إبراهيم عن هشام بن عروة وما عرفته وفي لسان الميزان محمد بن موسى بن إبراهيم الأصطخري شيخ مجهول فلا أدري أهو هذا أم غيره والله أعلم(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة،لابن عراق الكناني، ج ٢، ص ٢٦٦، كتاب الأطعمة،الفصل الثالث)

Idara Ghufran

معاذ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث ذکر کی ہے:

تم اپنے کھانے کی ابتداء نمک سے کرو، پس قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس سے تہتر (73) قسم کی بلاؤں یا بیماریوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔ ۱

ہمیں اخبارِ اصبہان میں مذکورہ حدیث نہیں ملی، تاہم مذکورہ حدیث کی سند میں ابراہیم بن حیان نامی راوی کی وجہ سے محدثین نے اس کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲

چنانچہ ابراہیم بن حیان کے حوالہ سے امام طبرانی نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ ۳

جس کو نقل کرنے کے بعد، علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس میں ابراہیم بن حیان ہیں، جس کی احادیث کو

---

۱ (قلت) قال أبو عبد الله بن مندة في كتاب أخبار أصبهان أنبأنا عبد الله بن إبراهيم المقبرى حدثنا عمرو بن مسلم بن الزبير حدثنا إبراهيم بن حبان بن حنظلة بن سويد عن علقمة بن سعد بن معاذ حدثنا أبى عن أبيه عن جده مرفوعا استفتحوا طعامكم بالملح فوالذى نفسى بيده أنه ليرد ثلاثا وسبعين نوعا من البلاء أو قال من الداء (اللآلئ المصنوعة للسيوطي، ج ٢، ص ١٧٩)

۲ وعند ابن منده فى كتاب أخبار أصبهان من حديث سعد بن معاذ استفتحوا طعامكم بالملح فوالذى نفسى بيده إنه ليرد ثلاثا وسبعين من البلاء ، أو قال من الداء (قلت) هو من طريق إبراهيم بن حيان بن حكيم فلا يصلح شاهدا(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، لابن عراق الكناني، ج ٢، ص ٢٤٣ كتاب الأطعمة،الفصل الثانى)

إبراهيم بن حيان أبو إسحاق الجبيلي من ساحل دمشق حدث عن الثورى وأبى عوانة روى عنه عبد الواحد بن شعيب الجبلي ذكر أبو الفضل المقدسى فيما نقلته من خطه قال إبراهيم بن حيان أبو إسحاق من أهل جبيل حدث عن الثورى وأبى عوانه بمناكير روى عنه عبد الواحد بن شعيب(تاريخ دمشق،لأبى القاسم على بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر، ج ٦، ص ٣٩٥)

أبو إسحاق :إبراهيم بن حيان بن حنظلة بن سويد بن علقمة بن سعد بن معاذ الأنصارى، الأشهلى .حدث عن :أبيه ,وشريك :بمناكير.روى عنه :عمرو بن سالم الأصبهانى وغيره(فتح الباب فى الكنى والألقاب،لمحمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن مَنْدَه العبدى ،المتوفى 395 :هـ، تحت رقم الترجمة: ٢٣٢، ممن كنيته أبو إسحاق)

۳ حدثنا محمد بن العباس، ثنا النضر بن هشام الأصبهانى، ثنا إبراهيم بن حيان بن حكيم بن حنظلة بن سويد بن علقمة بن سعد بن معاذ الأنصارى، حدثنى شريك، عن مغيرة، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تخللوا، فإنه نظافة، والنظافة تدعو إلى الإيمان، والإيمان مع صاحبه فى الجنة.

لم يرو هذا الحديث عن مغيرة إلا شريك، ولا عن شريك إلا إبراهيم بن حيان، تفرد به : النضر بن هشام (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ٧٣١١)

Idara Ghufran

ابنِ عدی نے موضوع قرار دیا ہے۔ [1]

پس مندرجہ بالا حدیث بھی بظاہر شدید ضعیف معلوم ہوتی ہے، جس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور اس کی بنیاد پر کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد نمک استعمال کرنے کو سنت ومستحب قرار دینا راجح معلوم نہیں ہوتا۔ [2]

(جاری ہے............)

---

[1] وعن عبد الله -يعني ابن مسعود -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ":- تخللوا ;فإنه نظافة، والنظافة تدعو إلى الإيمان، والإيمان مع صاحبه في الجنة ."
رواه الطبراني في الأوسط، وفيه إبراهيم بن حيان، قال ابن عدى أحاديثه موضوعة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۱۲)

[2] وقد ذكر الحافظ ابن حجر أن للأخذ بالحديث الضعيف في الفضائل ونحوها عند من سوغ ذلك ثلاثة شروط:أحدها أن يكون الضعيف غير شديد الضعف فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش غلطه،وقد نقل بعضهم الاتفاق على ذلك.الثاني أن يندرج تحت أصل معمول به.
الثالث أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الاحتياط.
وقد ذكر هذين الشرطين ابن عبد السلام وابن دقيق العيد،ويظهر من الشرط الثالث أنه يلزم بيان ضعف الضعيف الوارد في الفضائل ونحوها كي لا يعتقد ثبوته في نفس الأمر مع أنه ربما كان غير ثابت في نفس الأمر،ومن نظر في الأحاديث الضعيفة نظر إمعان وتدبر تبين له أنها إلا القليل منها يغلب على الظن أنها غير ثابتة في نفس الأمر(توجيه النظر إلى أصول الأثر،لطاهر بن صالح ، السمعونى،المحقق :عبد الفتاح أبو غدة،ج۲،ص۶۵۴،صلة تتعلق بالضعيف وهي تشتمل على ثلاث مسائل)

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو

عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی
موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کھانے کے آداب (قسط4)

کھانے کے انداز(Eating Style)سے متعلق آداب

(27)......کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیجئے،ضرورت ہوتو بائیں ہاتھ کوبھی دائیں کے ساتھ ملانے میں حرج نہیں،بلاضرورت بائیں ہاتھ سے کھانا پینا اسلام کی نظر میں اچھی عادت نہیں۔

(28)......کھانا ہاتھ سے کھانا زیادہ بہتر ہے اور اگر کوئی چمچہ سے کھائے تب بھی گناہ نہیں،خاص طور پر جبکہ چمچہ وغیرہ سے کھانے کی ضرورت ہو،تو کوئی حرج کی بات نہیں،اور چمچہ سے کھانے کوگناہ یالعن طعن کا باعث سمجھنا غلط ہے۔

(29)......بہتر ہے کہ روٹی وغیرہ کو ہاتھ سے لقمہ بنا کر منہ میں لے جائے،لیکن اگر کسی ضرورت کی وجہ سے کھانے کی کسی چیز کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھائے،تو بھی حرج نہیں،مثلاً گوشت کی بوٹی دانتوں سے توڑ کر کھائے یا روٹی پر شہد،بالائی یا کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے،جس کو ہاتھ سے توڑنے سے اس چیز کے باہر نکل کر ضائع ہونے کا ڈر ہے،یا مثلاً ڈبل روٹی،برگر،رَس وغیرہ ہے،تو ایسی چیزوں کو دانتوں سے کاٹ کر کھانے میں حرج نہیں،کیونکہ ان چیزوں کو ہاتھ سے توڑنے کی صورت میں ضائع ہونے یا ہاتھ یا کپڑے وغیرہ خراب ہوجانے یا ذائقہ ختم ہوجانے کا ڈر ہوتا ہے۔

(30)......کھانا خوب چبا کر کھایئے تاکہ ہضم ہونے میں آسانی ہو،بچوں کو شروع ہی سے خوب چبا کر کھانے کی عادت ڈالئے،غذا کا ہضم منہ سے شروع ہوجاتا ہے،جو کھانا اچھی طرح چبا کر کھایا جاتا ہے،وہ دانتوں اور داڑھوں سے پس جانے اور منہ کا لعاب کھانے کے ساتھ شامل ہوجانے کی

وجہ سے جلدی ہضم ہوتا ہے، لہٰذا لقمہ کو جتنا چبا کر باریک کیا جائے گا اور جتنا منہ کا لعاب اس میں شامل ہوگا اتنا ہی جلدی اور آسانی کے ساتھ ہضم ہوگا اور معدہ کو زیادہ کام نہیں کرنا پڑے گا، اور اس طرح معدہ زیادہ وقت اور زیادہ عرصہ تک کارآمد ہوگا۔

اس بات کا بار بار تجربہ کیا گیا ہے کہ خوب چبا کر کھانے کے بعد طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا، بلکہ طبیعت ہلکی پھلکی رہتی ہے، جبکہ بغیر چبائے جلدی جلدی کھا لینے کے بعد طبیعت پر بوجھ ہو جاتا ہے، اور کھانا ہضم ہونے میں مشکل پیش آتی ہے۔

لہٰذا کھانا خوب اچھی طرح چبا کر کھانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(31)...... جب تک پہلا لقمہ اچھی طرح چبا کر نگل نہ لیا جائے، اس وقت تک دوسرا لقمہ لینے سے پرہیز کیجئے۔

(32)...... لقمہ زیادہ بڑا نہ لیجئے بلکہ درمیانہ ہونا چاہئے، تاکہ آسانی کے ساتھ منہ میں رکھ کر چبایا اور نگلا جا سکے، زیادہ بڑے لقمہ کو چبانا، نگلنا اور ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اور ایسا کرنے والے لوگوں کی صحت پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(33)...... کھانا کھاتے وقت پورا ہاتھ اور ساری انگلیاں کھانے میں نہ بھر لیجئے، بلکہ جتنی انگلیوں اور ہاتھ کے جتنے حصہ کو کھانے میں شامل کرنے کی ضرورت ہو، صرف اتنے حصہ کو استعمال کیجئے۔

(34)...... روٹی کو سالن میں اچھی طرح تر کر کے کھانا عام حالات میں صحت اور تن درستی کے لئے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔

(35)...... کھانا کھاتے وقت لباس اور بدن کو سالن وغیرہ کے ذریعہ خراب ہونے سے بچانے کی کوشش کیجئے، بعض اوقات ذرا سی غفلت سے صاف ستھرا لباس خراب ہو جاتا ہے، اور مجمع میں سبکی وشرمندگی الگ پیش آتی ہے۔

(36)...... کھانے کے ادب اور اکرام کا تقاضا ہے کہ کھانے کا دسترخوان صاف ستھرا رکھئے تاکہ اس پر کھانے پینے کی چیزیں رکھنے سے خراب نہ ہوں اور کوئی چیز گر جائے تو دوبارہ استعمال کے قابل رہے، ویسے بھی دسترخوان کا میلا کچیلا اور گندا ہونا بدتہذیبی ہونے کے ساتھ ساتھ صحت کے

www.idaraghufran.org

لئے بھی مضر ہے، کیونکہ کھانے کے ذرات بار باراس پر گرنے سے اس میں گندگی اور جراثیم جمع ہوتے رہتے ہیں، جو کھانے کے ساتھ شامل ہو کر بیماری کا سبب بن سکتے ہیں، آج کل اس سلسلہ میں بہت کمزوری پائی جاتی ہے، دسترخوان خاص کر جبکہ کپڑے کا نہ ہو، دھونے اور صاف کرنے کا بہت کم اہتمام کیا جاتا ہے، اوپر سے دستر خوان کو گندے کپڑے سے صاف کرنے کو کافی سمجھا جاتا ہے، جس کے صحت پر بُرے اثرات مرتب ہورہے ہیں، اس لئے اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

(37)...... کھانے کی اگر کوئی چیز نیچے گر جائے تو اسے اُٹھا کر صاف کر کے یا دھو کر دوبارہ کھا لیجئے، اور اس میں کسی سے شرم نہ کیجئے، لیکن اگر جگہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز استعمال کے قابل نہ رہی ہو تو کسی جانور وغیرہ کو کھلا دیجئے یا کم از کم اس کو ایسی جگہ رکھ دیجئے کہ وہ بے ادبی اور دوسروں کی ایذا کا سبب بننے اور پیروں میں روندے جانے سے بچ جائے۔

(38)...... کھانے پینے کی چیز بقدرِ ضرورت لیجئے، ضرورت پڑنے پر دوبارہ لے سکتے ہیں، ایک مرتبہ ہی حرص وہوس کی خاطر زیادہ ڈال کر اور برتن بھر کر لے لینا اور بعد میں بچا کر چھوڑ دینا اور ضائع کر دینا غلط طریقہ اور گناہ کی بات ہے۔

(39)...... کھانے اور رزق کو کسی بھی طرح سے ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے، خواہ کھانا اپنی ملکیت ہو یا دوسرے کی، بلکہ دوسرے کی ملکیت والی چیز کو بے جا ضائع کرنا دُہرا جُرم ہے، خواہ مالک ضائع کرنے سے منع نہ کرے، کھانے کا کوئی بھی حصہ زمین پر نہ گرنے دیا جائے، دسترخوان سے قابلِ استعمال رزق اٹھا کر استعمال کر لیا جائے، برتن میں بھی کوئی حصہ نہ چھوڑا جائے، ہڈی کو اچھی طرح چوس کر اور گوشت، سالن اور چاول وغیرہ سے صاف کر کے چھوڑی جائے، روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور سالن میں بھگو کر نہ چھوڑا جائے کہ دوسرا بھی استعمال نہ کر سکے، اگر کسی ہوٹل وغیرہ میں کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا آپ نے قیمتاً لیا ہے تو بچا ہوا کھانا وہاں چھوڑ کر ضائع نہ کیجئے، بلکہ اپنے ساتھ لے آیئے، اور خود نہ کھا سکیں تو کسی غریب وضرورت مند کو دیدیجئے، یا جانور وغیرہ کو کھلا دیجئے، اور بچا ہوا کھانا وہاں سے پیک (Pack) کرا کر لانے میں کوئی شرم وعار محسوس

نہ کیجئے، کھانے کوکسی بھی طرح ضائع کرنا سخت گناہ کی بات ہے، آج کل مختلف طریقوں سے رزق اور کھانے کا بہت ضیاع ہو رہا ہے۔

دوسرے مسلمان بلکہ اپنے بہن، بھائی اور والدین تک کا جوٹھا صاف ستھرا کھانا استعمال کرنا بہت معیوب سمجھا جانے لگا ہے، کھانے کی تقریب سے فارغ ہونے پر لگتا ہے کہ وہاں انسانوں نے نہیں، جانوروں نے کھایا ہے، کھائے جانے والے کھانے کی مقدار سے زیادہ نہیں تو آدھا یا تہائی کھانا تو مختلف طریقوں سے ضائع کردیا جاتا ہے، اور ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی کہاوت سامنے آتی ہے، کھا کر برتنوں میں بچے ہوئے کھانے کا بہت بڑا حصہ برتن دھوتے وقت کوڑے دان کی نذر کردیا جاتا ہے، یا برتن دھوتے وقت پانی کے ساتھ بہا دیا جاتا ہے، شہروں میں کوڑے کے ڈھیروں پر قیمتی کھانوں کا ڈھیر لگا ہوا نظر آتا ہے، یہی کھانا ضائع ہونے سے بچا کر اگر غریبوں کو دے دیا جاتا یا جانوروں وغیرہ کو کھلا دیا جاتا، تو کتنے فائدہ اور اجر وثواب کا کام تھا، پھر کھانے کی اسی اضاعت اور بے حرمتی کا نتیجہ ہے کہ رزق میں مختلف طریقوں سے بے برکتی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ روٹی کے بچ جانے والے چھوٹے چھوٹے ذرات کو بھی جمع کر کے مرغی، بلی، بھینس اور بکری وغیرہ کو دیا جاتا ورنہ کم از کم چیونٹیوں کو ہی کھانے کے لئے فراہم کردیا جاتا۔

(40)...... روٹی کو درمیان سے کھانا اور بغیر کسی معقول وجہ کے اس کے کناروں کو بچا کر چھوڑ دینا یا روٹی کے ایک حصہ کو استعمال کر کے دوسرے حصہ کو ضائع کر دینا گناہ اور اسراف میں داخل ہے، البتہ اگر بچا ہوا حصہ کوئی دوسرا انسان استعمال کرلے یا کسی جانور کو کھلا دیا جائے اور ضائع ہونے سے بچ جائے تو حرج نہیں، اسی طرح اگر روٹی کا کوئی حصہ کچا یا جلا ہوا ہو، جس کو استعمال کرنا طبیعت پر ناگوار یا مضر محسوس ہو، تو بھی اس کو چھوڑ دینا گناہ نہیں، لیکن اسے بے ادبی و بے حرمتی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(41)...... کھانے کے دوران ہڈیاں، چھلکے اور دوسرے فضلات ایک طرف جمع کر کے رکھئے، اِدھر اُدھر نہ ڈالیے اور پھیلایئے، کیونکہ یہ طریقہ بدتہذیبی میں داخل اور دوسروں کی ایذاء وتکلیف کا سبب بنتا ہے۔

(جاری ہے............)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط25 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کا نبوت کے لیے انتخاب (آخری حصہ سوم)

توحید اور نماز کے بعد قیامت کی تلقین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توحید اور نماز کی بنیادی تعلیم جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے دی گئی، تو اس کے بعد قیامت کے متعلق تعلیم دی جارہی ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (سورة طٰـهٰ، رقم الآية ۱۵)

یعنی ”بے شک قیامت آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کا آنا حتمی اور یقینی ہے، اور اس کے لیے ”اٰتِیَۃٌ“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جو کہ اسمِ فاعل ہے، جس میں زور اور تاکید کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، جس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ قیامت آئے گی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور آئے گی۔

اس موقع پر حضرت موسیٰ کو اس بات کی بھی تذکیر ویاددہانی فرمائی گئی اور تاکید درتاکید کے اسلوب واندازمیں فرمائی گئی کہ قیامت نے یقیناً اور قطعی طور پر آکر رہنا ہے، یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

اور یہ عقل ونقل دونوں کا عین تقاضا ہے، تاکہ اس طرح ہر کسی کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ وبدلہ مل سکے اور عدل وانصاف کے تقاضے مکمل طور پر پورے ہوں، اور اس کائنات کی تخلیق کی حکمت

اوراس کے مقصد کی تکمیل ہو سکے، اس لیے قیامت نے اپنے وقت مقررہ پر بہرحال آ کر رہنا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا مقصد بیان فرمایا کہ قیامت صرف اس لیے نہیں آئے گی کہ کائنات کی بساط لپیٹ دی جائے، بلکہ اس لیے آئے گی کہ ہر فرد کو اس کے اعمال کی جزاء یا سزا ملے۔

انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا ہر عمل محفوظ رکھا جائے گا، اس کی ذہنی و عملی کاوشیں مجسم حالت میں سامنے لائی جائیں گی، اسے اس لیے مخفی رکھا گیا ہے تا کہ لوگوں کو ہمیشہ اس کے آنے کا کھٹکا لگا رہے۔

قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس

اس آیت میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کے وقوع کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

اس لئے اس کی نشانیاں اگرچہ بہت سی بتلا دی گئی ہیں مگر اس کے عین وقت وقوع کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، نہ کوئی ملکِ مُقرّب اور نہ کوئی نبی مرسل، اور ظاہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ چھپا کر رکھنا چاہتا ہو اس کو کون جان سکتا ہے اور اس کا کسی کیلئے جاننا کس طرح اور کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

آیت کے اگلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ''اَکَادُ اُخْفِیْهَا'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اکثر مفسرین نے ''اَکَادُ'' کو ''اُرِیْدُ'' کے معنیٰ میں لیا ہے، جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں قیامت کو چھپا کے رکھنا چاہتا ہوں تا کہ لوگوں کو ہر وقت اس کے آنے کا اندیشہ رہے اور وہ عمل کے لیے کوشاں رہیں۔ [1]

---

[1] لیکن بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اَکَادُ سے جملہ کے اندر ایک نیا مضمون پیدا ہو گیا ہے کہ میں اگرچہ قیامت کو چھپائے رکھنا چاہتا ہوں اور ابھی یہ پردہ میں ڈالے رکھوں گا، لیکن خود قیامت کا حال یہ ہے کہ وہ بے نقاب ہو جانے کے لیے بے قرار ہے، جیسا کہ سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً''

''وہ بڑی بھاری ہے آسمانوں اور زمین میں، وہ تم لوگوں پر بالکل اچانک آ دھمکے گی''

إن الساعة آتية الجملة فى مقام التعليل للامر بالعبادة او مستانفة لبيان فائدتها او معترضة للترتيب وقال البغوى قيل معناه وان الساعة اتية اى بتقدير حرف العطف أكاد أخفيها.

قال الأخفش معناه أريد أخفيها اى أخفى وقتها وقال البغوى لفظة كاد زائدة والمعنى أخفى وقتها— وقيل معناه أكاد أخفيها فلا أقول انها اتية ولولا ما فى الاخبار من اللطف بالعباد قطع الاعذار لما أخبرت باتيانها (التفسير المظهرى، ج٦ ص ١٣١، سورة طٰه)

www.idaraghufran.org

اگراس کے آنے کوکھول دیا جاتا، تاریخ بتادی جاتی، وقت طے ہوجاتا تو جولوگ اس کی آمد سے بہت فاصلے پر ہوتے وہ لاپراہی کا شکار ہوجاتے، اور جواس کے قریب زمانے میں ہوتے، ان کی آزمائش ادھوری رہتی، اس لیے صرف یہ بتایا گیا کہ وہ کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

قیامت کا مقصد، جزاءوسزا

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کے مطابق بدلہ پائے اور پوشیدہ بھی اسی لیے رکھا گیا ہے تاکہ انسان کوامتحان سے گزارا جائے اوراس امتحانی زندگی میں اس کی کوشش جیسی بھی رہی ہوگی اس کے مطابق اسے قیامت کے دن جزا یا سزا ملے۔

اوراعمال کا بدلہ حاصل کرنے اور قیامت کی تیاری کے لیے انسان کی زندگی مہلت عمل بنائی گئی ہے، موت کے آجانے کے بعد تیاری کا ہر عمل رک جائے گا، کیونکہ اگر بندوں کواپنی موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہ آخروقت تک برے اورناجائز کرتے رہتے اورموت سے پانچ دس منٹ پہلے توبہ کرلیتے اوراللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا اوروہ سزا پانے سے بچ جاتے، پس بندوں کوموت کے وقت پر مطلع کرنا دراصل ان کومعصیت کرنے پر ابھارنا ہوتا، اور یہ جائز نہیں ہے، اسی لیے بعض حضرات نے قیامت کو''قیامتِ کبریٰ'' اورموت کو''قیامتِ صغریٰ'' قراردیا ہے، کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے، تواس کے عمل کا باب بند ہوجاتا ہے، اوروہ آخرت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، گویا کہ جب اس کے عمل کا دروازہ بند ہوگیا، تواس کی قیامت قائم ہی ہوگئی۔ [1]

اس لیے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ قیامت کب آئے گی، وہ کسی وقت بھی آئے ہر شخص کی زندگی ہی تیاری کا موقع ہے، اس میں قیامت کی تعجیل یا تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

البتہ اگرذہنوں میں یہ بات تازہ رہے کہ قیامت کسی وقت بھی آسکتی ہے ہوسکتا ہے وہ ہماری زندگی میں آجائے، تو پھر کوئی شخص بھی آخرت کی تیاری سے غافل نہیں ہوسکتا۔

اس لیے زوردے کرفرمایا گیا کہ قیامت آکے رہے گی اوراس کا آنا اس لیے ضروری ہے کہ انسانی

---

[1] والیوم الآخر هو مقابل الدنیا، والحد الفاصل بین الدنیا والآخرة بالنسبة لکل إنسان هو موته، فإنه إذا مات قامت قیامته، وانتقل من دار العمل إلی دار الجزاء (شرح الاربعین النوویة للعباد، ج۵ ص۴، الایمان بالیوم الآخر)

www.idaraghufran.org

زندگی کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انسان کو آزمایا جائے کہ وہ اپنی زندگی کو حُسنِ عمل سے آراستہ کرتا ہے یا خواہشات کی تکمیل میں صرف کردیتا ہے۔

قیامت کی فراموشی باعث ہلاکت وتباہی

قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر تاکید اور اس کے اچانک وقوع پذیر ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان آخرت کی اس ہولناک گھڑی اور اس کے تقاضوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اس کیلئے تیاری کرے کہ وہاں کی کامیابی ہی اصل اور حقیقی کامیابی ہے، اور وہاں کی ناکامی ہی سب سے بڑی اور انتہائی ہولناک ناکامی ہے۔

مگر جو لوگ خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور انہی کی پیروی کو انہوں نے اپنا مقصود بنا رکھا ہے ان کو نہ یہ حقیقت سمجھ آسکتی ہے اور نہ ہی وہ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا جارہا ہے کہ ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا، ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ ایسے لوگوں کی باتوں میں آکر آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی کے تقاضوں سے غافل ہوجاؤ، اور اس طرح تم ہلاکت میں پڑ جاؤ۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا يَصُدَّنَّکَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ فَتَرۡدٰی (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ۱۶)

یعنی ''لہٰذا کوئی شخص تمہیں اس سے ہرگز غافل نہ کرنے پائے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہو، ورنہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے''

اس آیت میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو خطاب کرکے تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور ان کے ذہن اللہ کے سامنے جوابدہی کے تصور سے خالی ہوتے ہیں، وہ اپنی خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتے ہیں، وہ دنیا کی دلچسپیوں اور دل فریبیوں میں ایسا مستغرق ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ کبھی بھولے سے یاد نہیں آتا، تو اے موسیٰ آپ ان لوگوں کے کہنے سے قیامت کے معاملے میں غفلت نہ برتنے لگ جائیں، ورنہ یہ عمل آپ کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

ظاہر ہے کہ کسی نبی و رسول سے جو معصوم ہے یہ غفلت نہیں ہو سکتی اس کے باوجود ایسا خطاب کرنا دراصل ان کی امت اور عام مخلوق کو سنانا ہے کہ جب اللہ کے پیغمبروں کو بھی ایسی تاکید کی جاتی ہے تو ہمیں اس کا کتنا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ کو نبوت کے وقت دی جانے والی ہدایات کا خلاصہ

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے پہلی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے، یہ کائنات از خود ہی وجود میں نہیں آ گئی، دوسری چیز یہ کہ اس کائنات کی تخلیق و تملیک میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں، تیسری چیز یہ کہ ان باتوں کے نتیجہ میں عبادت کا وہ اکیلا ہی مستحق ہے اور نماز اللہ سے تعلق قائم رکھنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے، لہٰذا اللہ کو یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرنا ضروری ہے، اس سے کبھی غفلت نہ کرنا چاہئے اور اگر بھول جائے تو جب یاد آئے نماز ادا کرنا ضروری ہے ،اور چوتھی چیز یہ ہے کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے اور جلد ہی آنے والی ہے، تاہم اس کا معین وقت بتلانا خلاف مصلحت ہے اور قیامت قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔

یہ وہ اصولِ دین ہیں جو سیدنا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و رسل کو وحی کئے جاتے رہے، اور ان میں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔

(جاری ہے..........)

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک، اسٹیل، آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے

اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے، سیلنگ، بلائنڈز، وال پیپر، ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی

فون 5962705--5503080

طب وصحت مفتی محمد رضوان

سنا(Senna)(قسط2)

''سنا'' کے متعلق اہلِ علم اور ماہرین کی آراء

''سنا'' کی افادیت اور عظیم افادیت کو محدثین واصحابِ علم اور اطباء وماہرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ذیل میں چند حضرات کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

امام مناوی رحمہ اللہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سنا'' مشہور نباتات میں سے ہے، جو انتہائی شرافت کی حامل اور فساد سے محفوظ ہے، قریب الاعتدال ہے،سوداء اور صفراء کو خارج کرتی ہے، اور دل کو تقویت فراہم کرتی ہے، اور ''سنوت'' سین کے زبر کے ساتھ خالص شہد کو یا شیرہ کو یا زیرہ کو، یا سونف کو، جسے عربی زبان میں ''رازیانج'' کہا جاتا ہے، یا تیج پات کے پتوں کو(جو کھانے اور پلاؤ وغیرہ میں ڈالے جاتے ہیں) کہا جاتا ہے''سنوت'' ان سب چیزوں کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے،اور یہ سب چیزیں بہت مفید ہیں۔

(ملاحظہ ہو:فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ،للمناوی، تحت رقم الحدیث ۳۴۶۴)

ایک اور مقام پر امام مناوی رحمہ اللہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سنا'' کے منافع وفوائد بے شمار ہیں، اور ''سنوت'' کے کئی معنیٰ ہیں، اور ''سنا'' کے استعمال کا ایک بہتر طریقہ یہ ہے کہ ''سنا'' کو پیس کر شہد اور خالص دیسی گھی کے ساتھ شامل کرلیا جائے''

(ملاحظہ ہو:فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ،للمناوی، تحت رقم الحدیث ۵۵۲۹)

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''سنا'' کے منافع وفوائد بہت زیادہ ہیں''

(ملاحظہ ہو:التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِیرِ،للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۵۵۱۱)

www.idaraghufran.org

ایک اور مقام پر امام صنعانی فرماتے ہیں:

''سنا'' نہایت عمدہ دوا ہے، جو فساد سے محفوظ ہے، اعتدال کے قریب ہے، یہ فاسد اخلاط کو خارج کرتی ہے، اور دل کو تقویت پہنچاتی ہے''

(ملاحظہ ہو: التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِیرِ، للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۷۳۹۶)

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنا'' مشہور نبات ہے، جس میں عمدہ ''سنا'' مکہ کی ہے، یہ نہایت عمدہ دوا ہے، جو فساد سے محفوظ ہے، اور اعتدال کے قریب ہے، اس کا مزاج اول درجہ میں گرم اور خشک ہے، یہ صفراء اور سوداء کو خارج کرتی ہے، اور دل کو تقویت فراہم کرتی ہے، جو کہ اس کا عظیم فائدہ ہے، اور اس کی خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ سوداوی وسوسوں سے نجات پہنچاتی ہے، اور بدن میں جو پھٹن پیدا ہوتی ہے، اسے دور کرتی ہے، اور پٹھوں کی اکڑاہٹ ختم کر کے ان کو کھولتی ہے، اور بالوں کے گرنے سے نفع دیتی ہے، اور کھٹمل اور جوں سے حفاظت فراہم کرتی ہے، اور سر کے درد اور خارش اور بواسیر کو دور کرتی ہے، اور اس کو پکا کر قہوہ پینا، اس کا خالص سفوف استعمال کرنے سے زیادہ مفید و بہتر ہے''

(ملاحظہ ہو: زاد المعاد لابن القیم، ج۴، ص ۶۹، فصل هدیه صلی الله علیه وسلم فی علاج یبس الطبع واحتیاجه إلی ما یمشیه ویلینه)

شیخ علی بن عزیزی نے ''السراج المنیر'' میں ''سنا'' کے مختلف منافع وفوائد کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: السراج المنیر شرح الجامع الصغیر فی حدیث البشیر النذیر، للشیخ علی بن الشیخ العزیزی، ج۳، ص ۵۴، حرف الثاء)

حکیم مظفر احمد اعوان ''کتاب المفردات'' میں لکھتے ہیں:

''سنا'' ہر خلط کی مسہل ہے، دماغ کا تنقیہ کرتی ہے، اس لیے دردِ کمر، عرق النساء، دردِ پہلو، وجع الورک، وجع مفاصل، اور نوبتی بخاروں میں استعمال کی جاتی ہے، کرمِ شکم کی قاتل ہے، دردِ سر، دردِ شقیقہ اور مرگی میں مفید ہے، ایک تولہ شہد کے ساتھ تین دن تک کھلانا وجع المفاصل کے لیے نافع ہے، ''سنا'' کی پھلیوں کو بالعموم نقوع کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے، آنتوں میں مروڑ پیدا کرتی ہے، چونکہ اس کے تنکے اور پتوں کی ڈنڈیاں مروڑ پیدا کرتی ہیں، اس لیے اسے چن کر صاف کر کے استعمال کرو، مروڑ پیدا نہ

ہوگا، پتوں کو ابالنے سے اثر کمزور ہو جاتا ہے، بغرضِ اصلاح اس کے ساتھ گل سرخ، یا انیسوں وغیرہ ملایا جاتا ہے، انگریزی طب میں اس کے کئی مرکبات مستعمل ہیں (کتاب المفردات، ص۲۹۲، ۲۹۳، اشاعت:۲۷ویں 1995ء، ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، پبلشرز، لاہور، کراچی، حیدر آباد)

حکیم محمد سعید صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

''سنا'' ایک ہلکی قبض کشا دوا ہے، خون کو صاف کرتی اور کیڑوں کو مارتی ہے، گٹھیا، دردِ کمر، ڈینگھن باؤ، دمہ اور ملیریا بخاروں میں قبض کو دور کرنے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں، خون کو صاف کرنے کے لیے دوسری خون صاف کرنے والی دواؤں کے ساتھ دیتے ہیں'' (دیہاتی معالج، حصہ اول، ص۲۴۴، اشاعت: دسمبر 2003ء، مطبوعہ: فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی)

ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب، اپنی صدارتی ایوارڈ یافتہ مشہور تالیف ''طبِ نبوی اور جدید سائنس'' میں لکھتے ہیں:

''سنا'' حجاز کی ایک خودرو نباتات ہے، جس کی عمدہ ترین قسم مکہ میں پائی جاتی ہے، یہ پیٹ سے صفرا کو خارج کرتی ہے، سودا کو نکالتی اور دل کے پردوں کو تقویت دیتی ہے، پٹھوں اور عضلات سے اینٹھن کو دور کرتی ہے، بالوں کو گرنے سے روکتی اور صحت مند بناتی ہے، جسمانی دردوں کو مٹاتی ہے۔

اس کے استعمال کی بہترین صورت اس کا جوشاندہ ہے، اس جوشاندہ کو پکاتے وقت اگر بنفشہ اور منقّی بھی شامل کر لیا جائے، تو زیادہ مفید ہوگا۔

اس جوشاندہ کی پانچ ماشہ ایک معقول مقدار ہے۔

''سنا'' جلدی امراض، خاص طور پر پھوڑے پھنسیوں، خارش اور جسم پر پڑنے والے داغوں کے لیے بہترین دوائی ہے، اس کا لگانا مفید ہے۔

ذہبی کی تحقیقات کے مطابق سنا ان ادویہ میں سے ہے جن کے فوائد لا انتہا ہیں، اور

اطبائے قدیم نے جہاں بھی بات سمجھ میں نہ آئی، وہاں سنا کا استعمال کیا، ان کے خیال میں اس کی افادیت کی اہم وجہ یہ رہی ہے کہ اس کے استعمال سے جسم کے غلیظ مادے باہر نکل جاتے ہیں، اوراس طرح غلاظتوں کے اخراج سے جسم میں تندرستی کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

ابنِ سینا نے اسے امراضِ قلب میں کام آنے والی ادویہ میں سرِفہرست قرار دیا ہے، یہ جوڑوں کے درد کو دور کرتی ہے، دماغ سے وسوسوں کو نکالتی ہے، اس بناء پر بعض اطباء نے اسے مرگی میں مفید پایا ہے۔

الرازی تجویز کرتے ہیں کہ سنا کے سفوف سے اس کا جوشاندہ بہتر ہے، اسے پکاتے وقت اس میں شاہترج کی شمولیت غلاظتوں کے اخراج میں زیادہ مفید ہوگی، لیکن وہ شاہترج کے علاوہ منقّی اور بنفشہ کو بھی ضروری سمجھتا ہے، البتہ مٹھاس کے لئے اس میں کھانڈ، ضرور ملائی جائے۔

یہ جوشاندہ چار سے سات ماشہ تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس کے استعمال سے کمر درد، بواسیر، جوڑوں کا درد اور خارش دور ہوجاتے ہیں۔

اگر اسے سرکہ کے ساتھ پکایا جائے، تو یہ جلدی امراض کو دور کرتی ہے، اس کے لگانے سے سر میں سکری (بفہ) اگیزیما اور بال گرنے ٹھیک ہوجاتے ہیں......

اسے ادویۂ مسہلہ میں اعلیٰ مقام حاصل ہے، یہ سوداوی، صفراوی اور بلغمی مادوں کو جسم سے نکالنے کا شاندار ملکہ رکھتی ہے، اسی وجہ سے دمہ میں پھنسی ہوئی بلغم نکل جاتی ہے، دماغی نالیوں میں پھنسی ہوئی رطوبتیں نکلنے سے دردِ شقیقہ (یعنی آدھے سر کا درد) مرگی، عرق النساء، گھنٹیا اور پرانے سر درد میں مفید ہے۔

دماغ سے وسواس نکالتی ہے، خون صاف کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے ماردیتی ہے، سنا کو مفرد استعمال کرنا مناسب نہیں، اس کے جوشاندہ میں گلاب کے پھول اور روغنِ بادام ملا لینا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

گلاب کے پھول ماشہ، آدھ سیر دودھ گائے کے ساتھ، ایک تولہ برگِ سناپکا کراس میں کھانڈ ملا کر پینا زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے، اگر اسے تھوڑی مقدار میں دیا جائے، تو ملین ہے، زیادہ مقدار میں مسہل ہے، جس سے پیٹ میں مروڑ اٹھتے ہیں، مگر ریوند چینی کی طرح بعد میں ردِ عمل کے طور پر قبض نہیں ہوتی۔

پیٹ سے سنا کی خاصی مقدار خون میں داخل ہو جاتی ہے، پھر پیشاب کے ذریعہ اسے سرخ رنگ دے کر خارج ہوتی ہے، ماں کے دودھ میں بھی اس کا اخراج ہوتا ہے، جس سے بچوں کو دست لگ جاتے ہیں......

طبِ جدید میں قبض کو توڑنے کے لیے اب تک پانچ ہزار سے زائد ادویہ مستعمل رہی ہیں، آج سے پچاس سال پہلے کی ادویہ کی فہرست بھی سینکڑوں میں تھی، مگر آج کے دوا فروش کے پاس صرف تین ایسی ادویہ ہیں، جو اس غرض سے کام آتی ہیں، جن میں سے ایک سنا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہزار سالوں پر محیط طویل مشاہدات کے بعد سنا وہ منفرد دوائی ہے، جس کی مقبولیت اور اہمیت آج بھی وہ ہے، جو ہزار سال پہلے تھی......

جلدی امراض میں سنا ایک لاجواب دوائی ہے، اسے مہندی اور کلونجی کے ساتھ ملا کر اگر سرکہ میں حل کر کے استعمال کیا جائے، تو یہ پھپھوندی سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں اور خاص طور پر ان حالتوں میں جب زخموں پر تکلیف دہ چھلکے آئے ہوں، میں کمال کی دوائی ہے۔

ہومیو پیتھک طریقہ علاج میں بھی ''سنا'' کو کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔

ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے جب آکسلیٹ اور یوریٹ زیادہ مقدار میں پیدا ہو رہے ہوں تو سنا کا استعمال ان کے اخراج کا باعث ہوتا ہے، پیشاب میں آکسلیٹ آنے آئندہ پتھریوں کے پیدا ہونے کا پیش خیمہ ہونے کے ساتھ ساتھ جلن اور ذہنی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں، کیونکہ یوریٹ اور آکسلیٹ، پیشاب میں حل نہیں ہوتے اور مریض کو سفید رطوبت کی صورت میں علیٰحدہ نظر آتے ہیں، جسے ان پڑھ معالج جریان

قرار دیتے ہیں، ایسے مریضوں کے لئے سنا مکی کا ملٹھی اور سونف کے ساتھ مرکب بڑے شاندار اثرات رکھتا ہے، کیونکہ اس کے چندروز استعمال سے پیشاب میں آنے والی سفید رطوبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

سنا مکی کا مسلسل استعمال گردوں، پتہ، اور مثانے سے پتھری کو حل کر کے نکالنے میں شہرت رکھتا ہے (طبِ نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، صفحہ۱۵۱ تا ۱۵۸، ملخصاً، مطبوعہ: الفیصل ناشران، لاہور، طباعت بارِدہم: فروری 1994ء)

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

Awami Poultry
Hole sale center

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر
نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

□......6/13/20/27 صفر، بروز جمعہ، متعلقہ مساجد میں جمعہ کے وعظ و مسائل کی نشستیں حسبِ سابق ہوئیں۔

□......یکم/8/15/22/29/صفر، بروز اتوار، حضرت مدیر صاحب کی ہفتہ وار مجالس منعقد ہوتی رہیں (بعد ظہر شعبہ قرآن میں بزم بھی ہوتی رہی)

□......2/9/16/23/30/صفر، بروز پیر، بعد ظہر، ادارہ غفران میں حکیم قاری محمد اقبال صاحب زید مجدہٗ کے طبی لیکچرز ہوئے۔

□......30/محرم، بروز ہفتہ، صبح دس بجے مولانا محمد مبین صاحب اپنے بھائی مولانا محمد فہیم صاحب (ڈیرہ غازی خان) کے ساتھ ادارہ میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات فرمائی۔

□......30/محرم، بروز ہفتہ، دوپہر، مولانا رحیم داد صاحب (مہتمم: جامعہ رحیمیہ، پشاور) مولانا عبدالوہاب صاحب اور مولانا فرید صاحب ایک علمی مطالعاتی دورہ پر شعبہ تخصص فی الفقہ کے طلبۂ کرام کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات اور علمی نشست ہوئی۔

□......یکم/صفر، اتوار، شعبہ قرآن (بنین وبنات) اور شعبہ دراساتِ دینیہ للبنات کی جملہ جماعتوں کے سہ ماہی امتحانات ہوئے۔

□......3/صفر، بروز منگل، بعد ظہر، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب (مدرسہ نور الہدیٰ، پشاور) مع ایک صاحبِ علم رفیق کے تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے مختلف علمی امور پر گفتگو ہوئی۔

□......4/صفر، بروز بدھ، شعبہ حفظ کا سہ ماہی امتحان ہوا، قاری محمد ہارون صاحب زید مجدہٗ نے امتحان لیا۔

□......5/صفر، بروز جمعرات، شعبہ حفظ میں سہ ماہی امتحان کے بعد تعطیل رہی۔

□......6/صفر، بروز جمعہ، علی الصبح، حضرت مدیر صاحب لاہور کے سفر پر تشریف لے گئے، جہاں ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب نے آپ کا استقبال کیا، حضرت مدیر صاحب ان کے پریس ''عبداللہ زبیر پرنٹرز'' تشریف لے گئے، ڈاکٹر طاہر صاحب کی طرف سے دوپہر کے کھانے کی ضیافت ہوئی، بعد عصر آپ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے، جہاں ''مجلس صیانۃ المسلمین، پاکستان'' کے سالانہ اجتماع کے موقع پر بعد عشاء آپ کا بیان ہوا، رات بارہ بجے واپسی کا سفر شروع ہوا، اور ہفتہ کی علی الصباح واپس بخیریت پہنچ گئے، مولانا عبدالسلام صاحب اور حافظ محمد عفان صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

Idara Ghufran

☐......8/صفر، بروزاتوار، بعد مغرب یوم ِوالدین کا سہ ماہی جلسہ ہوا، جس میں سہ ماہی امتحان کے نتائج سنائے گئے، مفتی محمد یونس صاحب کا بیان ہوا۔

☐......17صفر، منگل، بعد ظہر مولانا عبدالرحمٰن بھکروی صاحب نے حضرت مدیر صاحب اور ادارہ کے اساتذہ کرام کو''شاطبیہ'' کا ایک سبق پڑھا کر''سبع عشرہ قراءات'' کی اجازت دی، آپ بھکر سے حضرت مدیر صاحب اور دیگر احباب سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔

☐......25/صفر، بروز بدھ، دوپہر کو مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم: ماہنامہ التبلیغ) کی طرف سے ماہنامہ ''التبلیغ'' کا چودھواں 14 سال پورے ہونے کے حوالہ سے ارکانِ ادارہ کی ضیافت ہوئی۔

☐......تعمیرِ پاکستان سکول میں 18/صفر1439ھ (مطابق 8/نومبر2017ء) بروز بدھ کو جونیئر سیکشن میں اور 26/صفر1439ھ (مطابق16/نومبر2017ء) بروز جمعرات کو پری سیکشن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لئے معلمات نے ایک اجتماعی تقریب میں طلبہ سے مختلف سنتیں اور دعائیں سُنیں، اور اتباعِ سنت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام

صدقۂ جاریہ کی حقیقت اور نیکی کا ذریعہ بننے کی صورتیں، ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت، مطلق اور عام ایصالِ ثواب کے منکِر کا حکم، چاروں فقہ کے سلسلہ کی کتابوں سے، مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت، دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ، اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات، ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم، ایصالِ ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام، اور ایصالِ ثواب کے منکرین کے شبہات واعتراضات کا جائزہ

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/اکتوبر/2017ء/ 30/محرم الحرام/ 1439ھ : پاکستان: قومی صحت پروگرام سمیت 360ارب کے 31منصوبوں کی منظوری، غریب طبقے کے صحت کے اخراجات برداشت کیے جائیں گے، سی ڈی ڈبلیو پی 22/اکتوبر: پاکستان: پنجاب فوڈ اتھارٹی کی کاروائیاں، موٹروے اور مختلف مقامات پر فوڈ پوائنٹس کی چیکنگ، 3فوڈ پوائنٹس سیل، زائد المیعاد اشیاء خورد و نوش اور ناقص صفائی کی وجہ سے سیل کیا گیا 23/اکتوبر : پاکستان: ہیڈ مرالہ، دسویں کا طالب علم سیلفی بناتے دریائے چناب میں گر کر جاں بحق 24/اکتوبر: پاکستان: تھر میں غذائی قلت سے ایک دن میں 9بچے جاں بحق لاہور، خواتین پر تشدد کے مقدمات کے لیے پہلی خصوص عدالت قائم، الگ عدالت بننے سے انہیں جلد انصاف ملے گا، خواتین وکلاء برادری کا خیر مقدم 25/اکتوبر : پاکستان: الیکشن کمیشن، عائشہ گلالئی کی اسمبلی رکنیت بحال رکھنے کا فیصلہ، تحریکِ انصاف کی درخوست خارج 26/اکتوبر: پاکستان: نئی حلقہ بندیاں کرانے کا فیصلہ، بل قومی اسمبلی بھجوانے کی منظوری دے دی 27/اکتوبر: پاکستان: پشاور ضمن الیکشن، تحریکِ انصاف کی کامیابی، ن لیگ دوسرے، اے این پی تیسرے پیپلز پارٹی چوتھے نمبر پر 28/اکتوبر: پاکستان: بھارتی قبضے کے 70سال، کشمیریوں کا دنیا بھر میں یومِ سیاہ، سیاسی وعسکری قیادت کا اظہارِ یکجہتی، مظالم کے خلاف سینیٹ میں قرار داد منظور 29/اکتوبر: پاکستان: غیر قانونی عازمینِ حج کو10سال تک بلیک لسٹ کرنے کا فیصلہ، خلاف ورزیوں پر بے دخل افراد کو3سال تک سعودی عرب آنے نہیں دیا جائے گا 30/اکتوبر: پاکستان: اسلحے کی فروخت میں امریکا، خریداری میں بھارت سرِ فہرست 31/اکتوبر: پاکستان: بائیومیٹرک تصدیق کا نفاذ، عمرہ اپرول بند کرنے کا فیصلہ یکم/نومبر: پاکستان: پیٹرول 2.49ڈیزل 5.19روپے فی لیٹر مہنگا 2/نومبر: پاکستان: آیندہ انتخابات میں قومی اسمبلی کی نشستیں نہ بڑھانے کا فیصلہ، مردم شماری کے مطابق صرف حلقہ بندیاں دوبارہ ہوں گی 3/نومبر: پاکستان: پنجاب میں خطرناک سموگ کا راج، حادثات میں 19جاں بحق، درجنوں زخمی 4/نومبر: پاکستان: لاہور، رائے ونڈ، عالمی تبلیغی اجتماعی کا پہلا مرحلہ، غیر ملکی مہمانوں کی ریکارڈ آمد 5/نومبر: پاکستان: عالمی عدالت کا افغانستان میں جنگی جرائم کی تحقیقات کا فیصلہ 6/نومبر: سعودی عرب: کرپشن کے خلاف کریک ڈاؤن، 11شہزادوں 4وزراء سمیت درجنوں گرفتار، کابینہ میں ردو بدل

www.idaraghufran.org

امریکہ: ٹیکساس کے چرچ میں فائرنگ، 27افراد ہلاک، حملہ مار دیا گیا 7/نومبر: سعودی عرب: شہزادوں کی گرفتاری، تیل کی قیمتیں بلند، کنگڈم ہولڈنگ انوسیٹمنٹ کے شیئرگرگئے 8/نومبر: پاکستان: پیراڈائز لیکس، شامل پاکستانیوں کے خلاف ایف بی آر کے بعد سٹیٹ بینک کا بھی تحقیقات کا اعلان 9/نومبر: پاکستان: شیڈول جاری، قومی و پنجاب اسمبلی 31، باقی اسمبلیاں 28مئی کو تحلیل ہوں گی لاہور تا راولپنڈی چلنے والی ٹرینوں میں سپیشل کمانڈو تعینات کرنے کا فیصلہ، دہشت گردی کے خدشہ کے پیشِ نظر گوجرانوالہ کے تمام اسٹیشنوں پر سیکورٹی ہائی الرٹ، ریلیف ٹرین بھی 24 گھنٹے تیار رہے گی 10/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ، ادویہ کی قیمتوں کے تعین کے لیے پالیسی منظور 11/نومبر: پاکستان: پاک رینجرز بی ایس ایف مذاکرات، 2003کے جنگ بندی معاہدہ پر عمل درآمد یقینی بنانے پر اتفاق 12/نومبر: پاکستان: پاکستانی شہریوں کو ڈنمارک کی دہری شہریت کی اجازت مل گئی، پاکستان اور ڈنمارک کے درمیان دہری شہریت کے لیے معاہدہ طے پاگیا، وزارتِ داخلہ نے ڈنمارک کے ساتھ دہری شہریت کے معاہدے کا نوٹیفکیشن جاری کردیا 13/نومبر: پاکستان: 500بااثر ترین شخصیات، مفتی تقی عثمانی صاحب ساتویں نمبر پر، الازہر یونیورسٹی کے ڈاکٹر شیخ پہلے، سعودی فرمانروا دوسرے، اردنی بادشاہ تیسرے نمبر پر، مولانا فضل الرحمان، حاجی عبدالوہاب، مولانا طارق جمیل اور انڈیا کے ڈاکٹر ذاکر نائیک کے نام بھی نمایاں ایران، عراق بارڈر پر 7.5شدت کا زلزلہ، متعدد ہلاک 14/نومبر: ایران وعراق: زلزلہ سے ہلاکتیں 400ہوگئیں، 7ہزار سے زائد زخمی، 118آفٹر شاکس ریکارڈ 15/نومبر: پاکستان: اسلام آباد ہائیکورٹ الیکشن ایکٹ کی شق 241 معطل، ختمِ نبوت سے متعلق ختم کیے گئے 8قوانین بحال 16/نومبر: پاکستان: راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور سمیت ملک کے اکثر حصوں میں موسمِ سرما کی پہلی بارش، سموگ ختم 17/نومبر: پاکستان: قومی اسمبلی، نئی حلقہ بندیوں کے لیے آئینی ترمیمی بل منظور، ختمِ نبوت سے متعلق الیکشن ایکٹ کی شقیں بھی بحال پاناما لیکس، دیگر 436افراد کے خلاف درخواستیں بھی سماعت کے لیے منظور، سپریم کورٹ میں 23نومبر کو کاروائی ہوگی 18/نومبر: پاکستان: ختمِ نبوت حلف نامہ ترمیم سینٹ سے بھی منظور 19/نومبر: پاکستان: نیب کو پنجاب کی 56سرکاری کمپنیوں میں مبینہ کرپشن کی تحقیقات کا حکم، وسائل کے بے دریغ استعمال، قواعد وضوابط کے خلاف، میرٹ پر نہ اترنے والے افراد، پروکیورمنٹ، ٹینڈرنگ میں بے قاعدگیوں، غیر شفافیت، پیپرا قوانین کی خلاف ورزیوں پر نوٹس 20/نومبر: امریکہ: فلسطینی ریاست تسلیم، یہودی بستیاں برقرار رہیں گی، ٹرمپ کا نیا منصوبہ منظرِ عام پر۔

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ:تم جس چیز سے(بیماریوں کی)دواءوعلاج کرتے ہو،اُس میں افضل چیز حجامہ ہے،یایہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے(ترمذی،بخاری،مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفاہے

جسم کا درد | ڈپریشن | ہائی بلڈ پریشر | عرق النساء | بواسیر

موٹاپا | گھنٹیا | یرقان | دردِ شقیقہ | بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ | یورک ایسڈ | معدہ | شوگر | جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا | کولیسٹرول | اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبر NE-786،ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر4،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہر یار صاحب

زیرِ انتظام

فیز8،بحریہ ٹاؤن،راولپنڈی فون 0313-9524191

عمران رشید،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی۔فون 0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking, Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTO LINK The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

محمد بابر جاوید
0333-9300003
0333-5540734
051-4413288

قدرت نے ذائقہ دیا غازی نے محفوظ کیا

غازی فوڈز اینڈ کیٹرنگ

پاکستانی، چائینز، کانٹینیٹل کھانوں کا واحد مرکز

شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر کھانا آرڈر پر تیار کیا جاتا ہے

علماء اور دینی مدارس کے لئے خصوصی رعایت

CA-214 بالمقابل کالٹکس پٹرول پمپ، سید پور روڈ، راولپنڈی

پاکستان میں پہلی بار %100 تازہ زیتون

فطرت سے ہم آہنگ

Olive Fresh Olive

Olive Fresh Extra Virgin Olive Oil

بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں کے پیک شدہ زیتون کے مقابلہ میں تازہ زیتون

Olive Fresh Olive پاکستان میں پہلی کمپنی ہے، جس کے پاس تازترین زیتون کو نمکین پانی (Brine) میں محفوظ کرنے کی مکمل مہارت اور تجربہ موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی وہی زبردست قدرت ذائقہ اور اشتہاانگیز مہک برقرار رہتی ہے، جو ایک تازہ زیتون کی خاصیت ہے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ Olive Fresh اپنی جدید ترین پیکنگ، ٹیکنالوجی اور تیز ترین ذرائع نقل وحمل کی بدولت ایسے زیتون فروخت کے لئے پیش کررہا ہے، جنہیں کسی ''پاسچرائزیشن'' (Pasteurisation) اور ''اسٹریلائزیشن'' (Sterilisation) کی ضرورت نہیں، آپ کسی مصنوعی عمل اور گھٹیا معیار کے تیل کے بجائے قدرت کے بہترین ذائقوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

Olive Fresh کے ساتھ Extra Virgin Olive Oil سے ہی لطف اٹھائیں، جو کہ زیتون کے پھل کا قدرتی جز ہے، اور اس کی قیمت بھی وہی ہے، جو دیگر بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں میں پیک کئے گئے زیتون کی ہے۔

مزید انتظار مت کیجئے، اور Olive Fresh کی قدرتی تازگی سے بھرپور لطف اٹھائیں۔

D-111.(old NW193)

Haidhary Chowk Satellite Town Rawalpindi

0300-5114231--0310-5114231--051-4842085

مدیر: باباجی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002